غالب کے ڈرامے

جنھیں
شوکت تھانوی نے لکھا

بک سروس دہلی

باراوّل

قیمت ۴/۵۰

جولائی ۱۹۸۰ء

بک سروس ۵۱۰۰ مٹیا محل ـــــــ دہلی ۶

بک سروس ـــــــ جامعہ نگر ـــــــ نئی دہلی ۲۵

(خواجہ برقی پریس)

عُذرِ گناہ

غالب کے ڈرامے ؟ عجیب انکشاف ہے - غالب کو ڈرامے سے بھلا کیا تعلق - ڈرامے لکھنا تو درکنار غالب غریب نے تو شاید کبھی کوئی ڈرامہ دیکھا بھی نہ ہوگا - مگر یہاں ایک نہیں ان کے درجنوں ڈرامے موجود ہیں - یہ آخر کیا قصہ ہے؟
مگر وہ جو مرزا کی تجمل حسین خاں والی غزل ہے - اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ؎

بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کیلئے

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا بیچارے غزل کی کوتاہیٔ داماں سے مجبور تھے ورنہ کیا عجب تھا کہ تمثیل نگاری کا وہ بھی شوق پورا فرما لیتے جواب ان کے کلام میں تمثیلی اشارات کی صورت میں پایا جاتا ہے - ممکن ہے کہ یہ اشارے کسی اور کو نہ سوجھے ہوں - ان کی سوجھ بوجھ کے لئے ایک خاص قسم کے زاویہ کی کھوپڑی کا ہونا ضروری ہے - جو اتفاق سے راقم کے حصہ میں آگئی ہے - میں نے مرزا کے اشعار سے مختلف تمثیلی موضوع نچوڑنے کی ایک کوشش کی ہے جو اس مجموعے

کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مرزا کے زیر بحث اشعار کا صحیح
نچوڑ وہی ہے جو میرے ہاتھ آیا ہے۔ مگر اسی بہانے چند تمثیلچوں کا مل جانا ہی کیا
کم ہے۔ اور تمثیلچوں کی طرف اگر غالب کے نام کی آڑ لیکر میں لوگوں کو چونکا کر
متوجہ کر سکوں تو آخر اس بہانہ سے فائدہ کیوں نہ اٹھاؤں۔ غالب کے بے شمار
اشعار میں اس قسم کے موضوع موجود ہیں بلکہ غالب ہی پر کیا منحصر ہے ہر شاعر کا ہر
شعر کوئی نہ کوئی پلاٹ تو رکھتا ہی ہے۔ مگر بیچارے غالب کو جہاں اور لوگوں نے
تختۂ مشق بنایا ہے، وہاں ایک میں بھی سہی۔ زیادہ سے زیادہ یہی تو ہوگا کہ قیامت
کے دن ان کا ہاتھ اور میرا گریبان ہوگا اور میں کہوں گا کہ مرزا صاحب آپ کے
شارحین سے زیادہ تو میرا جرم نہیں اور غالباً اسی ایک بات پر مرزا صاحب معاف
فرما دیں گے۔

شوکت تھانوی

اپنی ننھی سی بچی

شوکیہ

کے نام، جس کو میں غالب کے اشعار کی
طرح مرغوب، مگر غور طلب سمجھتا ہوں

شوکت

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

(نجمہ ستار بجا رہی ہے کہ طلعت غصہ میں
کمرے میں داخل ہوتی ہے)

طلعت ۔ "نجمہ آپا ۔ یہ دیکھئے پھر ان حضرت نے خط بھیجا ہے ـــــ توبہ ہے، جی چاہتا ہے کہ آپ کے اس ستار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں ۔ یہاں تن بدن میں آگ لگ رہی ہے اور، وہ ہیں کہ بس ٹن ٹن ٹن ۔"

(نجمہ ستار بند کر دیتی ہے)

نجمہ ۔ "لو بند کر دیا ستار ۔ خفا نہ ہو ۔ تمہاری تو وہی مثل ہے کہ دھوبی سے بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھے ۔"

طلعت ۔ "میں پوچھتی ہوں کہ یہ بار بار کیوں مجھ کو خط پر خط لکھ رہے ہیں ۔ ڈاک ہی بٹھا رکھی ہے ۔ جیسے ایک بار کہہ دیا کہ میں نہیں جاؤں گی ۔ یہ بھی کوئی زبردستی ہے جی چاہے یا نہ جی چاہے مگر شریک ضرور ہو انکی پارٹی میں ۔"

نجمہ ۔ "اب کیا لکھا ہے خط میں ؟"

طلعت ۔ "سنئے۔ فرماتے ہیں۔ رُوٹھی ہو طلّو۔ میں پوچھتی ہوں یہ مجھ کو طلّو لکھنے والے کون ہوتے ہیں۔ ہزار مرتبہ منع کیا کہ اپنا یہ دلار رہنے دیجئے۔ اس بے تکلفی سے بخشئے مجھ کو۔ مگر ضد ہے جیسے۔ نفرت ہی تو ہوتی ہے مجھ کو ان کے دانت دیکھ کر۔ اور پھر قہقہہ اس بدتمیزی سے لگاتے ہیں کہ اختلاج ہونے لگے آدمی کو۔"

نجمہ ۔ "اچھا تم خط تو سناؤ پھر غصہ بعد میں کر لینا اکٹھا۔"

طلعت ۔ "نہیں میں کہتی ہوں اس بدتمیزی کے معنی کیا ہیں آخر۔ سنئے۔ لکھتے ہیں۔ روٹھی ہوئی طلّو۔ اگر واقعی تم نہ آئیں تو پارٹی میں کوئی لطف باقی نہ رہے گا۔ اور میں ایک ایک کو آخر کیا بتاؤں نگا کہ تم کیوں نہیں آئیں لہٰذا میں التجا کرتا ہوں کہ بس اب خفگی کو تھوک دو۔ سن لیا آپ نے یہ خفگی کو تھوک دو والا بازاری محاورہ۔ سچ مچ وہی مثل کہ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔"

نجمہ ۔ "بات یہ ہے کہ تم ان سے اس قدر خفا ہو کہ انکی ہر بات تم کو بری معلوم ہوتی ہے۔"

طلعت ۔ "جب میں ان سے خفا نہیں تھی مجھ کو انکی ہر ادا پر متلی اسوقت بھی آتی تھی۔ ریڈیو بج رہا ہے تو گھٹنے پر طبلہ بجا رہے ہیں۔ پان کھا رہے ہیں تو بار بار ہونٹ بڑھا بڑھا کر دیکھتے ہیں کہ لال ہوئے کہ نہیں۔ بات کریں گے تو اتنی اونچی آواز میں کہ آدمی کی یکسوئی پاش پاش ہو جائے۔"

نجمہ ۔ "دیکھو نا تم ان سے بیزار ہو کر انکے یہاں سے چلی آئی ہو۔ کیا صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ اب کبھی کبھی جانے میں کیا ہرج ہے۔"

طلعت ۔ "آپا آپ نہیں جانتیں۔ یہ پارٹی اسی کا بہانہ ہے کہ میں اپنا عہد توڑ کر انکے یہاں کسی طرح چلی جاؤں۔ اور میں طے کر چکی ہوں کہ ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے مگر میں ہرگز انکے یہاں نہ جاؤں گی۔"

نجمہ :- "خیر یہ تو نہ کہو۔ آج ہی اگر خالو جان آجائیں تو تم کو جانا ہی پڑے ظاہر ہے کہ وہ وہیں ٹھہریں گے اور چونکہ ان کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ تم ان کے یہاں سے میرے پاس چلی آئی ہو لہٰذا وہ یقیناً وہ اس فکر میں ہوں گے کہ اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ وہ آنے ہی والے ہوں۔"

طلعت :- "آپ دیکھ لیجئے گا کہ اگر واقعی ابا جان آجائیں تو بھی میں اس گھر میں تو ہرگز نہ جاؤں گی اور شکیل کے متعلق صاف کہہ دوں گی کہ آپ کے یہ بھتیجے صاحب میرے لئے ناقابلِ برداشت ہیں۔ توبہ تو یہ شکیل کی ایک ایک بات یاد کر کے جی متلانے لگتا ہے۔ اب آپ کو معلوم ہے اس پارٹی میں کیا ہوگا۔ بدتمیزی کے ساتھ قہقہے بلند ہوں گے۔ شڑپ شڑپ کر کے چمچے سے وہ چائے پئیں گے۔ اپنے لطیفے سنا سنا کر خود ہی ہنسیں گے۔ اور جھوٹ ایسے ایسے بولیں گے کہ سننے والا شرما جائے اور آنکھوں میں وہ چھچھورا پن ہوگا کہ جس کی طرف نگاہ اٹھا دیں اس کی شرافت ڈگمگا جائے۔"

نجمہ :- "غلطی اصل میں چچی جان کی ہے جو بار بار صاحبزادے کے دماغ میں یہ بات ڈال چکی ہیں کہ طلعت ہی سے تمہاری شادی ہو جائے گی۔"

طلعت :- "اب بتائیے کہ اس خوش فہمی کی اوٹ میں جو حماقتیں وہ حضرت کرتے ہیں۔ ان کو میں کسی کو کیا سمجھا سکتی ہوں سوائے اس کے کہ میں ان حضرت سے دور دور رہوں۔ آپا میں سچ کہتی ہوں کہ وہ ایسی گھٹیا باتیں کرتے ہیں کہ بس جی جل بھن کر کباب ہو جاتا ہے۔ میں چپ رہوں تو وہ فلمی گانا گائیں گے کہ چپ چپ کھڑے ہیں ضرور کوئی بات ہے۔ کوئی جلی بھنی بات کہہ دوں تو بیہودگی سے مسکرا کر مصرعہ پڑھ دیں گے کہ ع۔

نجمہ :- "اچھا تم اس خط کا جواب تو دے دو آدمی انتظار میں کھڑا ہوگا۔"

طلعت :- "جی میں اس کو دفعان کر چکی ہوں اور میں نے صرف یہ لکھ بھیجا ہے کہ میں حاضری سے معذور ہوں طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

نجمہ :- "لو مبارک ہو۔ وہ پھر آ رہا ہے لفافہ۔"

طلعت :- "لاؤ ادھر لاؤ جی ہاں۔ ان ہی کا ہے۔ بس اب جی چاہتا ہے کہ اس خط لانے والے ملازم کو پکڑ کر ٹانگر کے ساتھ باندھ دوں۔"

نجمہ :- "پڑھ تو سہی لکھا کیا ہے۔"

طلعت :- (لفافہ کھولتے ہوئے) لکھا کیا ہوگا پھر وہی پارٹی کی شرکت پر اصرار ہوگا۔ لیجئے سنیئے۔ طلو۔ تمہارا خط پڑھ کر معلوم ہوا کہ تم ناسازیٔ طبع کا بہانہ کر کے آنا نہیں چاہتیں۔ مگر خوش قسمتی سے ایک واقعہ ایسا ہو گیا ہے کہ تم کو آنا ہی پڑے گا۔ تم نے اپنے نتیجے کی جو تفصیل یونیورسٹی سے منگائی تھی وہ اسی پتہ پر آگئی ہے ہائے اللہ یہ تو بہت برا ہوا۔"

نجمہ :- "تو کیا تم نے اسی پتہ پر اپنا رزلٹ منگایا تھا۔"

طلعت :- "جب میں نے منگایا تھا اس وقت تو پتہ وہی تھا۔ مگر شکیل یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس لالچ میں دوڑی ہوئی جاؤں گی۔ ہرگز نہیں۔ کبھی جو میں جاؤں۔ آج نہ سہی کل اپنے نمبر مجھ کو معلوم ہو جائیں گے۔ میں ان کو لکھے دیتی ہوں کہ رزلٹ کی دوسری کاپی میں نے یہاں منگالی ہے۔"

نجمہ :- "تو آخر ایسی بھی کونسی قسم ہے نہ جانے کی۔"

طلعت :- "آپا میں آپ کو کیسے بتاؤں کہ میں اس شخص کی کوئی بات ایک منٹ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ جب کبھی ان سے چند منٹ گفتگو کی

ہے کم سے کم ایک ہفتہ کیلئے دماغی توازن کھویا ہے۔ میں کیا کروں میرا تو جیسے جی متلاتا ہے اس شخص کی باتوں سے۔"

نجمہ :- "بڑی ضدی ہو تم بھی۔ یہ تو مجھ کو خود معلوم ہے کہ شکیل واقعی گھٹیا قسم کی باتیں کرتا ہے اور اپنے متعلق عجیب عجیب غلط فہمیوں میں مبتلا ہے مگر۔"

طلعت :- "مگر کیا آپا۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتیں ان حضرت کی اداؤں کا۔ گفتگو میں بازاری نعرہ پڑھتے ہیں۔ پہلوانی کا شوق آپ کو ہے۔ سوٹ پہن کر ہتڑ ہتڑ گنا آپ چوستے ہیں اور پھر صحبت اتنی پاکیزہ ہے کہ میں کیا کہوں۔ کبھی کسی تنبولی کی دکان پر رونق افروز ہیں تو کبھی بازار میں بیٹھے سر پر تیل کی مالش کرا رہے ہیں یا کان کا میل نکلوا رہے ہیں۔ جی چاہا تو وہیں دہی بڑے کھانے لگے۔

نجمہ :- (ہنس کر) تو میں پوچھتی ہوں کہ پھر تم سے کیا مطلب جو کچھ اس کا جی چاہے کرے۔"

طلعت :- "میری بلا کو مطلب ہو مگر مصیبت تو یہی ہے اور جان اسی پر تو جلتی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ انہی ان ہی باتوں سے مجھ کو بھی دلچسپی ہو۔ کہیں اتفاق سے جناب کو یہ معلوم ہو گیا کہ مجھ کو افسانہ نگاری کا شوق ہے آپ نے بھی لکھنا شروع کر دیئے افسانے۔ چنانچہ پہلے افسانے کا نام تھا۔ مکار حسینہ۔"

نجمہ :- (ہنستے ہوئے) سچ سچ۔ کیا واقعی مکار حسینہ ہی نام تھا یا یہ بھی تمہارا افسانہ ہے۔"

طلعت :- "سچ سچ اس افسانے کا نام مکار حسینہ تھا اور اس کو سن کر میں ایک مہینہ تک کوئی افسانہ لکھنے کے قابل نہ رہی معلوم ہوتا ہے اس شخص

نے اپنے مطالعہ کو اسی قسم کی بازاری کتابوں تک محدود کر رکھا ہے پھر مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ آپ اپنے شعر مجھ کو سناتے ہیں جس میں وہی مرمر، مسّی اور گلوریوں کے مضمون باندھے جاتے ہیں۔"

نجمہ۔ "تو وہ بیچارا اور کیسے شعر کہہ سکتا ہے اس کا ماحول ہی ایسا ہے۔ جس کے کانوں میں منت کی بالی پڑی ہو اور جو ہاتھ میں کبھی کبھی مہندی بھی رچا لیتا ہو۔ اس سے اور کیا امید ہو سکتی ہے۔ مگر ان باتوں سے تو دلچسپی لینا چاہیئے تم کو۔"

طلعت۔ "آپا یہی تو قیامت ہو گئی کہ شروع شروع میں ان مرزا پھوپا کی ان باتوں سے میں نے دلچسپی لینا شروع کر دی اور ان لطائف سے مجھ کو تفریح جو ہونے لگی تو اس عقل کے دشمن نے اس کو نہ جانے کیا سمجھ لیا اور پھر جو بور ہوا ہے یہ شخص تو سچ پوچھو اپنے سے بیزار کر کے چھوڑا۔"

نجمہ۔ "خیر یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ کسی تمیز دار آدمی کو شکیل سے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہو سکتی۔"

باپ۔ "ارے بھئی میں آ سکتا ہوں۔"

طلعت۔ "ابا جان آ گئے۔"

نجمہ۔ "تشریف لائیے خالو جان تسلیم۔"

باپ۔ "جیتی رہو۔ ارے بھئی طلعت تم کو تو میں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گیا۔"

نجمہ۔ "اور سامان کہاں ہے خالو جان۔"

باپ۔ "سامان جہاں ہونا چاہیئے تھا وہاں ہے۔ جمیل میاں کی موجودگی میں کسی اور کے یہاں میں کیونکر قیام کر سکتا ہوں۔ بلکہ مجھ کو تو شکیل سے یہ سن کر عجیب حیرت ہوئی کہ طلعت وہاں سے چلی آئیں۔

طلعت :۔ "ابا جان یہ بات نہیں تھی بلکہ"۔

باپ :۔ بلکہ وغیرہ کچھ نہیں۔ میں نے اس بات کو نظرِ پسندیدگی نہیں دیکھا۔ نجمہ میری عزیزہ ہے۔ میری بچی ہے مجھ کو بیحد عزیز ہے مگر میرا اصول یہ ہے کہ اپنے تمام اعزّہ کے کچھ حدود مقرر کر رکھے ہیں میں نے اگر اس شہر میں میرا حقیقی بھائی جمیل نہ ہوتا تو بیشک تم کو نجمہ کے یہاں رہنے کا حق تھا۔ مگر صورتِ حال چونکہ یہ نہیں ہے لہذا تم یہاں رہنے میں حق بجانب نہیں ہو"۔

طلعت :۔ "ابا جان میں آپ کو تفصیل سے سمجھاؤں گی کہ میرا یہاں رہنا تعلیم کیلئے کتنا مناسب ہے"۔

باپ :۔ "غالباً تم کو یہ نہیں معلوم کہ میں حقوق العباد کے مقابلہ میں تعلیم کو ضروری نہیں سمجھتا۔ وہ تعلیم جو اپنوں کو بیگانہ بنائے میرے نزدیک اگر حاصل ہی نہ کی جائے تو اچھا ہے"۔

نجمہ :۔ "خالو جان یہ بات نہیں ہے طلعت آپ سے صاف نہیں کہہ رہی ہیں دراصل ان کو شکیل سے کچھ شکائتیں ہیں اور یہ شکیل کے ساتھ رہ کر پڑھ نہیں سکتیں"۔

باپ :۔ "شکیل۔ یعنی ان کا برادرِ عم زاد جس کی یہ بنتِ عم ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نہایت پاکیزہ اطوار کا نوجوان ہے جس کی سادہ لوحی حماقت کی سرحدوں سے ملتی ہے اور جس کو باوجود لڑکا ہونے کے لڑکیوں کی طرح پالا گیا ہے۔ اس شرمیلے لڑکے سے ان کو اگر شکائتیں ہیں تو وہ باطل۔ دوسرے میں ان کو اتنی آزادی یقیناً نہیں دے سکتا کہ یہ کوئی ایسا خود مختارانہ اقدام کریں جس سے ہم دونوں بھائیوں کے درمیان کوئی خلیج حائل ہو سکے بچے آپس میں لڑا ہی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اولادِ نرینہ سے محروم رکھا ورنہ اس کا بھی امکان تھا کہ یہ اپنے حقیقی بھائی سے لڑتیں اور اس صورت میں چونکہ

یہ ممکن نہ تھا کہ یہ میرا گھر چھوڑ دیتیں لہٰذا یہ اپنے چچا کا گھر بدرجۂ اولیٰ نہیں چھوڑ سکتیں۔"

طلعت :۔ "ابّا جان آپ سے کیوں کر کہوں کہ شکیل بھائی کی باتوں کا اثر میری صحت تک پر پڑتا ہے۔"

باپ :۔ "خوشگوار اثر پڑتا ہے تو سبحان اللہ اور ناگوار اثر پڑتا ہے تو یہ نازک مزاجی میرے نزدیک نا کتخدا لڑکیوں کے لئے مناسب نہیں ہو سکتی اور یہ ــــ یہ برخوردار شکیل کہاں رہ گئے۔ میرے ساتھ آئے اور یہاں غائب ہو گئے۔ ارے میاں شکیل۔"

شکیل :۔ "میں حاضر ہوں چچا ابّو۔ میں باہر ہی آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ بات یہ ہے کہ پارٹی کی وجہ سے مجھے ذرا جلدی ہے نا۔"

باپ :۔ "میں اس کا لحاظ بذاتِ خود کر رہا ہوں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ طلعت کو تم سے کچھ شکایات ہیں۔ اب چونکہ تم دونوں کی عمر سنجیدگی کی اُس منزل پر پہنچ چکی ہے جہاں یہ طفلانہ لڑائیاں زیب نہیں دیتیں لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ یہ شکایت میں کبھی نہ سنوں گا۔"

شکیل :۔ "چچا ابّو۔ میں نے تو ان کو آج کی پارٹی تک میں بلایا تھا۔ خوشامد کی التجائیں کیں اور یہاں تک لکھا کہ

سبزہ ہے مے ہے دامنِ ابرِ بہار ہے
سب کچھ ہے اب تو صرف ترا انتظار ہے

باپ :۔ "ہُل۔ واہیات۔ تم کو غالباً یہ بھی نہیں معلوم کہ ہر شعر ہر ایک کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یہ شعر کوئی بھائی اپنی بہن کو نہیں لکھ سکتا۔"

طلعت :۔ "ایسے ایسے ہزاروں شعر مجھ کو سننا پڑتے ہیں۔

باپ :- "مگر اس حماقت کے ذمہ دار یہ بیچارے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی فطری سادہ لوحی ہے جس کی سرحد حماقت سے جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ ملتی ہے اور اس سادہ لوحی سے برہم ہو کر تمہارا اپنے چچا کے گھر کو چھوڑ دینا حق بجانب نہیں کہا جا سکتا۔ تم اٹھو تم کو میرے ساتھ چلنا ہے ابھی معہ سامان کے"

نجمہ :- "تو خالو جان آپ بھی ٹھہریے تا شام کو تشریف لے جائیے گا"

باپ :- "یہ غلط ہے حقوق العباد کا معاملہ یہاں بھی آ جاتا ہے۔ میں آؤں گا ضرور مگر میاں جمیل سے پوچھ کر کل کسی وقت، طلعت تم اٹھو میں نے کہا سن رہی ہو"

طلعت :- "اٹھ رہی ہوں ابا جان"

شکیل :- (دھیرے سے) میں اللہ جانتا ہے یہی شعر پڑھ رہا تھا تم کو بلاتے وقت کہ ؎

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

باپ :- "ایں؟ کیا بات ہے غالباً بہن سے معذرت خواہ ہو رہے ہو"

طلعت :- "جی نہیں بلکہ مجھ کو شعر سنا رہے ہیں کہ ؎

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

باپ :- "سبحان اللہ کیا کہا ہے مرزا غالبؔ نے۔ مگر صاحبزادے مرزا غالبؔ کے بھی تمام اشعار سب ہی کو نہیں سنائے جا سکتے تم کو چاہیے کہ اپنے حافظہ میں محفوظ اشعار کا بٹوارہ کر لو کہ کس قسم کے اشعار کس قسم کے لوگوں کو سنائے جا سکتے ہیں اور کن اشعار کا مخاطب صحیح کون ہو سکتا ہے"

طلعت :- "میں تو اس کو غنیمت سمجھتی ہوں کہ آج ان کی زبان سے مرزا غالبؔ کا

شعر تو سنا۔

باپ ۔ "ہاں مگر کاش یہ شعر انہوں نے تم کو نہ سنایا ہوتا۔ ہر چند کے تم پر میرے آجانے کی وجہ سے کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ان کی پارٹی میں بن آئے نہیں پڑتی مگر پھر بھی یہ شعر تمہارے متعلق نہیں ہو سکتا۔ مگر کتنی سچی بات ثابت ہوئی ہے اور کیا کہا ہے غالب نے"

قہقہہ - فیڈ آوٹ

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

(خالد باہر سے آواز دیتا ہے)

خالد :- ارے بھئی میں آجاؤں ؟ کوئی ہے تو نہیں "

ناہید :- ایک منٹ ٹھہرنا ذرا ____ آجاؤ وہ نکل گئیں اُدھر ____ "

خالد :- (آتے ہوئے) کون تھا ؟"

ناہید :- طاہرہ بہن تھیں "

خالد :- ناہید مجھے تم سے آج ایک خاص مشورہ لینا ہے کاش تم ہی کچھ سمجھا دو۔

میری تو عقل کام نہیں کر رہی "

ناہید :- بات کیا ہے آخر "

خالد :- پوچھنا یہ تھا کہ موت تو بہر حال برحق ہے۔ مگر خودکشی کرنا اچھا رہے گا یا

خون کر کے پھانسی پانا "

ناہید :- اوئی ! یہ آخر کیا کہہ رہے ہو آئے وہاں سے ایک نیا چونچلہ لے کر "

خالد ۔ "چونچلے کی بات نہیں ہے۔ میں اب یہ طے کر چکا ہوں کہ اگر تم نے خودکشی سے روکا تو ایک آدھ کی جان لے کر پھانسی پر چڑھ جاؤں گا۔ مگر اب ان پڑوسیوں کے یہ مظالم مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتے۔ میں لکھنے پڑھنے والا آدمی۔ مجھ کو ضرورت ہے تنہائی اور یکسوئی کی اور یہاں یہ عالم ہے کہ باہر نکلو تو کم بخت عزیز مرزا جان کا گاہک بنا تاک لگائے بیٹھا رہتا ہے گویا میں اس کے والد محترم کا خانہ زاد ہی تو ہوں کہ ان سے بے سر و پا سیاسی بحثوں میں الجھتا پھروں۔ خیر سے آپ جس قدر جاہل ہیں اسی قدر جھکی بھی ہیں۔ قابلیت کا عالم یہ ہے کہ اخبار میں ہز ایکسلنسی کو۔ ہز ایکسیلی پڑھتے ہیں اور شوق ہے عالمگیر سیاست پر بحث فرمانے کا۔ ان حضرت سے چھپ کر گھر میں کام کروں تو کیسے کروں۔ یہاں آپ کی شاہین بہن اور بلائے بے درماں کیا نام ہے ان کا طاہرہ بہن ہر وقت دھری رہتی ہیں۔"

ناہید ۔ "طاہرہ بہن کو تو آج میں نے خود بلا لیا تھا کہ ذرا اُس سویٹر کے خانے مجھ کو سمجھا دیں جو انہوں نے اپنے بھائی کے لئے بُنا ہے۔"

خالد ۔ "بس آپ سویٹر کے خانے سمجھئے اور میرے دماغ کے ہر خانے میں خودکشی یا خون کرنے کے ارادے پرورش پاتے رہیں۔ دیکھ لینا کسی دن کچھ کر گذروں گا۔"

ناہید ۔ "کیا ہو گیا ہے۔ محلہ پڑوس کے لوگوں سے کوئی کیونکر نہ ملے۔ آدمی ایسا ہی آدم بیزار بن کر بیٹھ رہے تو دکھ درد میں بھی کوئی کسی کا شریک نہ ہو۔ اس پردیس میں ہمارا اور ہے ہی کون ؟"

خالد ۔ "آج چوتھا دن ہے اس نامراد افسانے کو لیے بیٹھا ہوں جہاں دو سطریں لکھیں کوئی نہ کوئی آمرا۔ اب میں پبلشر کو کیونکہ سمجھاؤں کہ مجھ کو مارے ڈالتے

ہیں میرے پڑوسی ۔ باہر بیٹھ کر کچھ لکھنا تو خیر ممکن ہی نہیں ہے رہ غزل مرزا کو سانپ سونگھے گا نہ ہم باہر بیٹھ سکیں گے ۔ گھر کے اندر جناب اس قدر مرنجاں مرنج واقع ہوئی ہیں کہ جب دیکھئے مجلس گرم ہے وہی جو کسی نے کہا ہے کہ ۔ ع

گذر گاہِ حوادث ہے ہمارا آشیاں کیا ہے"

ناہید ۔" اچھا اب تم اطمینان سے بیٹھ کر لکھو اس وقت کوئی نہ آئے گا ۔"

خالد ۔" اور اگر اس وقت کوئی آیا تو دیکھنا میں کیا کرتا ہوں ——"

(کھڑکی پر دستک)

ناہید ۔" آ رہی ہوں طاہرہ بہن آ رہی ہوں (خالد سے مخاطب ہو کر) میں ان ہی کی طرف جاتی ہوں تم بیٹھ کر اطمینان سے لکھو"

خالد ۔" پوچھو تو سہی کہ آخر بات کیا ہے ۔ کیوں کھڑکی بجائی جا رہی ہے "

ناہید ۔" ہوگی کوئی بات تم سے کہا مطلب تم لکھو ۔ میں جا تو رہی ہوں "

خالد ۔" پہلے تم پوچھ کر مجھے بتاؤ ۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تماشہ کیا بنا رکھا ہے آخر ۔ جاؤ پوچھو نا"

ناہید ۔" اچھا اچھا خدا کے لئے بھنّاؤ تو نہیں ۔ وہ بھی کہیں گی کہ کیوں چیخ رہے ہیں"

(جاتی ہے)

خالد ۔ (زیرِ لب) کیوں چیخ رہے ہیں ۔ مذاق ہی بنا رکھا ہے ۔ گھر نہ ہوا سرائے ہو گئی ۔ بازار ہو گیا (بلند آواز سے) کیا بات ہے "

ناہید ۔" (آتے ہوئے) تو بہ ہے کچھ بھی نہیں پوچھ رہی تھیں کہ یہ مہینہ تیس کا ہے کہ اکتیس کا "

خالد ۔" تو یہ صندوقچی میں سے کیا جنتری لے کر آپ جا رہی ہیں "

ناہید "ابھی بتاتی ہوں آکر بس تم چپ رہو"

خالد "(زیر لب) چپ رہو۔ یہ سب چپ رہنے ہی کا نتیجہ ہے کہ گھر کو بھنگیر خانہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ (بلند آواز سے) ارے صاحب اب اُدھر کہاں جارہی ہیں بات سنئیے میری"

ناہید "(آتے ہوئے) آج تو سچ مچ نہ جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے"

خالد "کیوں آئی تھیں آپ کی ہمسائی۔ اور کیا دے کر آئی ہیں آپ صندوقچے میں سے"

ناہید "بیس روپے کی ضرورت تھی ان کو۔ پہلی تاریخ کو دے دیں گی۔ اتنا سیجے کہ وہ بھی پوچھ رہی تھیں کہ بھائی جان کو آج کیوں غصّہ آ رہا ہے"

خالد "آج بیس روپے کی ضرورت ہے کل سلائی کی مشین چاہیئے۔ پرسوں آم کا اچار پوچھا ہے۔ کبھی جوتے کی پالش مانگی جا رہی ہے تو کبھی بجلی کی استری درکار ہے۔ ناس مار کر رکھ دیا کمبخت استری کا بجلا کر رکھ دیا"

ناہید "ان کی جان ہی بچ گئی ایسا شاک لگا تھا کہ میں تو سمجھی کہ چلیں۔ اچھا خیر اب تم لکھو"

خالد "یہ قرض کے جو لین دین آپ نے شروع کر رکھے ہیں ان کا کسی دن بہت تلخ تجربہ بھگتنا پڑے گا"

ناہید "محلہ پڑوس میں ہر جگہ یہی ہوتا ہے خیر تم اپنا کام کرو"

(دروازے پر دستک)

چودھری "خالد صاحب۔ جناب خالد صاحب"

خالد "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون"

ناہید "چودھری صاحب کی آواز ہے۔ بلا لونا اندر ان سے پردہ تھوڑی ہوتا

ہے۔ ممکن ہے ممتاز بہن بھی ساتھ آئی ہوں۔"

خالد۔ (مری ہوئی آواز میں) تشریف لے آیئے۔"

چودھری۔ "(آتے ہوئے) اخاہ۔ آج آخر پکڑے ہی گئے نا۔ یہ کہہ رہی تھیں تمہاری بھابی کہ وہ تو آنے سے رہے چلو ہم ہی چلیں۔"

ممتاز۔ "اس قدر بے مروت ہیں آپ خالد بھائی کہ ایک محلہ۔ گھر سے ملا ہوا گھر اور بہنوں نہ خود آتے ہیں نہ یہی توفیق ہوتی ہے کہ ہم ہی کو بلا لیں۔"

چودھری۔ "بھئی خوب کہا۔ خوب کہا۔ وہ جو شعر ہے کسی شاعر کا کہ

وہ خود آتے بھی نہیں ہم کو بلاتے بھی نہیں
باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں

ممتاز۔ "اور یہ ناہید بہن تو جیسے ایک محلہ میں کیا اس شہر ہی میں نہیں رہتیں۔"

ناہید۔ "کیا بتاؤں ممتاز بہن گھر کے جھگڑے فرصت ہی نہیں دیتے۔"

ممتاز۔ "چلو ہٹو۔ سخت بے مروت ہو۔"

چودھری۔ "یہ کیا لکھا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی کوئی لکھنے کا وقت ہے۔ سہ پہر کو تمام دنیا تفریح کو نکلتی ہے اور آپ ہیں کہ اس وقت یہ بکھیڑ پھیلائے بیٹھے ہیں۔"

ممتاز۔ "جب ہی تو دکھائی نہیں دیتے۔ عید کا چاند ہو کر رہ گئے ہیں۔"

خالد۔ "جی نہیں بلکہ چاند ماری۔"

چودھری۔ "چاند ماری؟ وہ کیونکر۔ ارے بھئی وہ کیوں کر۔"

خالد۔ "آج چوتھا روز ہے اس افسانے کو شروع کیے ہوئے۔ نہ جانے کس ساعت سے شروع کیا تھا کہ جب لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں کوئی نہ کوئی بات

ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ افسانہ کھٹائی میں پڑ کر رہ جاتا ہے۔"

چودھری :۔ "کمال ہے بھئی۔ مجھ کو خیر افسانے وغیرہ کا تو تجربہ نہیں مگر والد صاحب کو کچھ لکھنے کا شوق تھا اور وہ تو ایک ایک دن میں ایک ایک ناول لکھ لیا کرتے تھے۔ وہ جوان کا ناول ہے تیرِ نظر یا خونخوار حسینہ یہ سب بس ایک ایک دُو دُو دن کے لکھے ہوئے ہیں۔ میری تو سمجھ میں آج تک نہیں آیا کہ ان کے دماغ میں پورے پورے ناول کیسے آجایا کرتے تھے۔"

ممتاز :۔ "شاعری بھی تو کرتے تھے ابا جان شاید۔"

چودھری :۔ "اس کا بھی یہ حال تھا کہ ہارمونیم لے کر بیٹھ گئے اور ایک سے ایک حقانی غزل کہہ ڈالی۔ یہ ان ہی کا شعر ہے۔ وہ کیا تھا جو میں کل گنگنا رہا تھا۔ ہاں کہتے ہیں ؎

منہ پھیر لیا ناز سے شرما کے کسی نے
دل تھام لیا تیرِ نظر کھا کے کسی نے

ممتاز :۔ "تو کیا خالد بھائی آپ جو یہ لکھتے ہیں اس کو چھپوا کر بیچتے بھی ہیں۔"

خالد :۔ "چھوڑیے بھابی اس قصہ کو۔ اور کچھ فرمائیے۔ کہئے آپ کی بھینس کا کیا حال ہے۔"

چودھری :۔ "بھئی وہ تو اب بالکل ٹھیک ہو گئی۔ ماشاءاللہ خوب دودھ دے رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو آدمی ہم نے پہلے رکھا تھا یہ سب اسکا قصور تھا۔"

ممتاز :۔ "چور تھا کمبخت اس کے جاتے ہی اچھا خاصا دودھ دینے لگی۔"

چودھری :۔ "بھئی اس وقت یوں تو ہم دونوں خیر ملنے ہی آئے تھے۔ بہت دن سے دیکھا نہیں تھا تم کو۔ مگر ایک بات اور بھی کہنا تھی۔ بات یہ ہے کہ میرا ارادہ ہو رہا ہے ایک باقاعدہ ڈیری فارم کھولنے کا۔"

خالد: ”ڈیری فارم؟ یعنی اب دودھ کا کاروبار کریں گے آپ؟“

چودھری: ”وجہ یہ ہے کہ بڑا فائدہ ہے اس کام میں۔ میں نے سوچا ہے کہ اگر تین چار دوست مل کر دو دو ہزار روپیہ لگا کر فی الحال ابتدا کریں تو انشاء اللہ بعد میں یہی چھوٹا سا کام اعلیٰ پیمانے پر پہنچ سکتا ہے۔ ایک حصہ دار تو ہوا میں۔ ایک میں نے مرزا صاحب کو تیار کر لیا ہے۔ پھر خیال آیا کہ ایک حصہ تم بھی لے لو۔“

خالد: ”میں ——— مگر ذرا خیال تو کیجیے میں قلم کا مزدور۔ لکھنے پڑھنے والا آدمی۔“

چودھری: ”میاں تو کون تم سے کہتا ہے کہ تم بھینسوں کا چارہ سانی کرو یا بیٹھ کر دودھ دوہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنا ایک کاروبار یہ بھی چلتا رہے دوسرے بھائی جان جہاں تک آپ کی اس قلم کی مزدوری کا تعلق ہے اس کا حال جو کچھ ہے وہ میں دیکھ ہی رہا ہوں کہ آپ کہتے ہیں چار دن سے یہ افسانہ لیے بیٹھے ہیں اور پورا نہیں ہو رہا ہے برعکس اس کے ایک معمولی سی معمولی بھینس یومیہ دس بارہ سیر دودھ دیا کرتی ہے۔ خواہ دودھ بیچیے۔ خواہ مکھن۔ خواہ گھی۔ مطلب یہ کہ سونا بناتی ہے بھینس۔ میاں بھول جاؤ گے اس قلم کی مزدوری کو کچھ دن میں۔“

خالد: ”خیر چھوڑیے اس قلم کی بات کو آپ تو بھینسوں کا ہی ذکر کیے جایئے۔“

ممتاز: ”اب ایسا بھینسوں کا شوق ہوا ہے کہ کوئی اور ذکر سننا ہی نہیں چاہتے۔

چودھری: ”شوق کی بات نہیں بلکہ سمجھ میں آ گئی ہو گی یہ بات کہ کتنی معقول تجویز ہے تمہاری طرح تھوڑی کہ اس کو خواہ مخواہ کا روگ سمجھتی ہو۔“

ممتاز: ”روگ میں یوں سمجھتی ہوں ناہید بہن کہ دن رات کم بختوں کی خدمت کرو۔

ں بچے والے گھر میں بھینسوں کی ناز برداری تو نہیں ہو سکتی۔ اب دیکھ لو کہ
ہ بھوری بھینس اور سلمیٰ ساتھ ساتھ بیمار ہوئیں بھینس کو دیکھوں تو سلمیٰ
ی تاک کون لے اور سلمیٰ کو دیکھوں تو بھینس بھاتی ہے ہاتھ سے عجیب مصیبت
یں جان ہو کر رہ گئی تھی۔"

ں۔ "خیر چھوڑو اس ذکر کو۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا عزیز من کہ اس قلم دوات
یں کچھ نہیں رکھا ہے قلم کے ساتھ خود بھی گھس کر رہ جاؤ گے اور یہ تو تم
انتے ہی ہو کہ قلم کی مزدوری میں کچھ فائدہ ہوتا تو یہ جو عرائض نویس ہوتے
یں اور جو بڑا کھانوں کے سامنے منشی بیٹھتے ہیں کان میں قلم لگا کر اور ناک
ر عینک رکھ کر ان سب کے پاس موٹر ہوتا۔"

یں نے تو لکھنے پڑھنے والوں کی آنکھوں پر ہمیشہ عینک ہی دیکھی ہے
ی۔" اب مجھ کو دیکھیے کہ چاند کی روشنی میں پھانس نکال سکتا ہوں انگلی
سے انیتس کا چاند سب سے پہلے میں دیکھتا ہوں۔ وجہ یہ کہ میں نے سیہ
لکھنے پڑھنے کا جھمیلا کبھی نہیں رکھا۔"

صاحب چھوڑیے اس لکھنے پڑھنے کے ذکر کو آپ تو ڈیری فارم ہی کا
ذکر کیجیے مجھے اس سلسلہ میں کیا کرنا ہوگا۔"

ی۔ "میاں کرنا کیا ہوگا بس دو ہزار کی رقم کا انتظام کرو۔ اس کے بعد بس
ذرا دیکھ بھال کرتے رہنا۔"

" میرا ارادہ ہو رہا تھا۔ بندروں کی تجارت کا۔"

ادی۔ بندروں کی تجارت کیسی۔"

" بڑے فائدے کا ہے یہ کام بھی ایک آدھ بندر سدھا کر۔ رکھ لیا نچانے
کے لیے باقی جہاز پر بھرے اور باہر بھیج دیئے۔"

ناہید۔ "اونہہ۔ وہ چلے بندروں کا ذکر لے کر۔ بات یہ ہے ممتاز بہن کہ بھینسوں اور دودھ کے کام کے لیے یہ تو کیا میں خود غور کروں گی اور ایک آدھ دن میں آپ کو جواب دونگی۔"

چودھری۔ "ہاں ہاں غور کر لو۔ اس کام کے فائدے غور کرنے کے بعد ہی ہیں سمجھ میں آئیں گے۔"

ممتاز۔ "اچھا تو اب چلو۔ دن چھپ رہا ہے۔ سلمیٰ کو ابھی جا کر دوا دینا ہے۔"

ناہید۔ "اب طبیعت کیسی ہے۔"

ممتاز۔ "کیا بتاؤں بہن۔ دو دن ٹھیک اور پھر ماندی۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ جامن والی گلی کے حکیم جی کا علاج کیا کوئی فائدہ نہیں ہوا گنڈے تعویذ سب ہی کچھ ہوئے۔ اب آج کل ایک قلعی گر کا علاج ہے اسکے پاس کوئی فقیری نسخہ ہے اس سے البتہ بہت فائدہ ہے۔ بھوک بھی لگی ہے اور چہرے پر رنگت بھی آگئی ہے۔"

چودھری۔ "اچھا تو بھائی صاحب اجازت دیجیے۔"

ممتاز۔ "ناہید بہن آجایا کرو کبھی تو بھول کر۔ اچھا بھائی صاحب تسلیم۔"

خالد۔ "تسلیم تسلیم۔"

(دونوں جاتے ہیں)

ناہید۔ "اب مجھ کو قہر آلود نظروں سے کیا گھور رہے ہو۔ کیا میں جا کر بلا لائی تھی۔"

خالد۔ "تم سے صرف انصاف چاہتا ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان حالات میں اچھے خاصے آدمی کا دماغ خراب نہ ہو تو کیا ہو۔ اس عرصے میں کئی مرتبہ اقدام قتل کا ارادہ کیا۔ جی چاہتا تھا کہ اس چودھری کو مار کر اپنے دل کی لگی بجھا لوں

مگر نہ جانے کیسے ضبط کرتا رہا۔ آیا ہے وہاں سے بھینسوں کا دھندا لے کر دودھ کی تجارت کرانے چلا ہے۔"

وہ بیچارے کیا جانیں جاہل آدمی اور تم لے کر بیٹھ گئے بندروں کا قصّہ۔"

کیا کرتا جو شخص انشاء پردازی اور عرائض نویسی میں امتیاز نہ کر سکے وہ بھینس اور بندر کا فرق تو سمجھ ہی سکتا ہے۔ اب دیکھ لو کہ دماغ کا تمام شیرازہ درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔ خدا جانے کیا لکھنا چاہتا تھا قلم اٹھاتا ہوں تو بھینس کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ اور جب اس کو غور سے دیکھتا ہوں تو وہی بھینس چودھری بن جاتی ہے۔"

"اچھا خیر یہ بلا بھی آنی ہی تھی۔ سو آکر مل گئی۔ اب تم اطمینان سے بیٹھ کر لکھو۔"

"خاک لکھوں اب اس وقت سوائے بھینسوں کے ان کے دودھ کے کسی اور موضوع پر کچھ لکھ ہی نہیں سکتا۔ دماغ سانی بنا ہوا ہے اور بھینیں اس کو تناول فرما رہی ہیں۔"

"تو میں تم کو پان دیتی ہوں۔ طبیعت کو ادھر سے ہٹاؤ اور اب بھینسوں کو بھولنے کی کوشش کرو۔"

(دروازے پر دستک)

"رزا" (آواز دیتا ہے) ارے بھئی خالد صاحب میں نے کہا خالد میاں۔"

" ناہید ذرا میری بندوق تو اٹھا دو۔"

"رزا" (پھر آواز دیتا ہے) خالد صاحب ہیں۔ ارے بھئی خالد صاحب۔"

" سچ مچ بعض وقت تو جیسے تانتا بندھ جاتا ہے۔"

خالد۔ میں کہہ رہا ہوں کہ بندوق لاؤ۔ مجھ کو پہلے ہی معلوم تھا کہ میری موت
اسی طرح لکھی ہوئی ہے"۔

عزیز مرزا" (زور سے) جناب خالد صاحب۔ ارے میاں کیا سو گئے"۔
خالد" تم ہٹ جاؤ نا تمہید میں ان حضرت کو اندر ہی بلائے لیتا ہوں (بلند
آواز سے) تشریف لے آیئے"۔

عزیز مرزا" (آتے ہوئے) کمال کر دیا یار۔ چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا۔ یہ آج گھر
سے نکلے کیوں نہیں"۔

خالد" یوں ہی ذرا طبیعت سست تھی"۔

عزیز مرزا" میاں جم کر علاج کرو کسی کا یہ روز کی طبیعت کی سستی ٹھیک نہیں
ہے۔ اور میں نے کہا پڑھا آج کا اخبار"۔

خالد" نہیں میں تو نہیں دیکھ سکا اخبار"۔

عزیز مرزا" یار کمال ہو گیا آج تو۔ وہ جو میرے منہ سے بات نکلی تھی ایسی پوری
ہوئی ہے کہ میں تو ششش جہت ہو کر رہ گیا ہوں"۔

خالد" ششدر کو کہہ رہے ہیں آپ غالباً ششش جہت"۔

عزیز مرزا" وہی مطلب بگڑ گیا کہنے ہیں۔ میں جو کہہ رہا تھا کہ افغانستان کے خود
ہاتھ پیر اس کو جواب دے دیں گے۔ اب وہاں آجکل بڑی بدشگونی
پھیلی ہوئی ہے"۔

خالد" بدشگونی آپ سنسنی کو کہا کرتے ہیں نا"۔

عزیز مرزا" ہاں ہاں وہ ایک ہی بات ہے۔ اب دیکھ لیجیے کہ یہ جو افغانستان
کے بعض لوگ اپنے ہی لوگوں سے غداری کر رہے ہیں"۔

ا۔ ”اوہو ہو بھئی وہی تو کہہ رہا ہوں کہ یہ تو اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی
رنا ہے۔“
ایک بات بتایئے مرزا صاحب کہ آپ کو یہ سبا سی شوق بھلا کب
ے ہو گا۔
ا۔ ”بس یوں سمجھ لیجئے کہ والد میرے ایک اخبار کے دفتر میں دفتری
نہ کے چارج میں تھے اور میں ان کے ساتھ بس دفتر گیا۔ اور پڑھ رہا
وں اخبار بہر سائٹ میرے ہی سامنے گویک ہوا تھا۔“
س وقت سے اب تک کوئی افاقہ نہیں ہوا۔“
ا۔ ”جی بس یوں سمجھو کہ پھر اسی کا شوق رہ گیا۔ اب اگر میں کسی دن اخبا
پڑھوں تو حالت غیر ہو جاتی ہے دو پیسہ روز کا یہ ضمیمہ بس بندھا
ا ہے۔“
گر آپ کو شاید معلوم نہیں کہ آپ کی یہ بیماری اب چھوت کی بیماری
ے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔“
ا۔ ”ایں؟ اماں بیماری کونسی۔ یہ آپ نے ایک ہی سنائی۔ بھائی
ں دوران گفتگو کر رہا ہوں اخبار کے متعلق۔“
ں آپ کے دوران گفتگو کے متعلق ذکر کر رہا ہوں جو مستقل دوران
ہے۔ اگر اجازت ہو تو اب میں ذرا سر پہ پٹی باندھ کر لیٹ رہوں۔“
ا۔ ”ہاں ہاں بڑے شوق اور ذوق سے آپ ابدی آرام فرمایئے۔“
کاش ابدی آرام ہی نصیب ہو سکے۔“
ا۔ ”اچھا تو پھر خدا حافظ۔“
خدا حافظ۔“

(عزیز مرزا جاتا ہے)

ناہید:۔ (آتے ہوئے) کمبخت کہیں کا۔ موا کلموہا۔ ابدی آرام فرمائیے۔ خود
خود نہ کرے ابدی آرام۔"

خالد:۔ مقصد اس کا صرف آرام سے تھا ابدی تو محض اظہارِ قابلیت کے
لیے لگا دیا ہو گا۔"

ناہید:۔ بڑا اپنے کو قابل سمجھتا ہے۔"

خالد:۔ اچھا ناہید اب ذرا مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ موضوع سوجھ گیا ہے اور
مضامین امنڈ رہے ہیں ذہن میں۔ یہ سب طفیل ہے چودھری صاحب
ممتاز بہن۔ عزیز مرزا۔ تمہاری طاہرہ بہن اور شاہین بہن کا موضوع
ہے مرزا غالب کے اشعار کر

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو
بے درو دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہو التفات
سُنتا نہیں ہوں بات مکرّر کہے بغیر

(نجمہ کمرے میں آتے ہوئے سلمیٰ کو چھیڑتی ہے)

نجمہ "لو اور سنو سارا گھر چھان مارا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ بیگم صاحبہ آئینہ سامنے رکھے دو بدو کی چوٹوں میں مصروف ہیں"

سلمیٰ "جی اور کیا۔ صبح سے اب تو نوبت آئی ہے کنگھی کرنے کی منہ جھاڑ سر پھاڑ پھر رہی تھی"

نجمہ "جو کچھ بھی ہو مجھ کو تو وہ شعر یاد آرہا ہے اس وقت کہ ؎

اللہ شرم رکھ لے تو میرے جنگجو کی
آئینہ سامنے ہے چوٹیں ہیں دو بدو کی

سلمیٰ "اور یہ تم نازل کیسے ہو گئیں اس وقت۔ ذرا نجمہ میرا مو باف اٹھا دو۔ وہ ہاں۔ ہاں تو میں پوچھ رہی تھی کہ اس وقت کیسے بھول پڑیں"

نجمہ "دیکھو سلمیٰ ہزار مرتبہ تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں تم سے زیادہ ذہین ہوں، مجھے ... قوف بنانے کی کبھی کوشش نہ کیا کرو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں اس

وقت کیوں آئی ہوں۔ بلکہ میرے آنے سے تم بیحد خوش ہوئی ہو کہ کوئی تو ملا تم کو اپنی داستان سنانے کے لئے۔ مگر خواہ مخواہ کوشش کر رہی ہو بننے کی۔"

"ارے واہ یعنی آپ ہی آپ کیسی داستان۔ کس کی داستان یہ بک کیا رہی ہو آخر۔"

"اچھا اب یوں جھکائیاں دی جائیں گی۔ ذرا آنکھ ملا کے بات کرو تو بتاؤں کون آیا ہے آج صبح؟"

"آتا کون۔ اسلم بھائی آئے ہیں۔"

"بھائی؟ ہائے میرے اللہ اب تک تو اسلم صاحب کو بھائی کہہ رہی ہے۔ کیا زمانہ آ گیا ہے سچ مچ۔ وہ آئے ہیں بر دکھوے یں۔ ان کے آنے کا مقصد ہے اپنے کو دکھانا اور جس کو اپنانا چاہتے ہیں اس کو دیکھنا اور آپ ہیں کہ اسلم بھائی۔"

"کچھ پاگل تو نہیں ہو گئی ہو نجمہ۔ لو اور سنو وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں میں ان کی بہن ہوں۔ باقی سب بکواس ہے۔"

"تو گویا میں نے جھوٹ سنا ہے جو کچھ سنا ہے۔"

"نہیں تم نے جو کچھ سنا ہے وہ سچ ہے۔ ان حضرت کی تشریف آوری کا ارادہ یہی ہے مگر توبہ کرو اللہ نہ کرے کہ امی جان راضی ہوں۔"

"کیوں۔ آخر عیب کیا ہے بیچارے میں۔ صورت شکل کے اچھے تندرست کھاتے پیتے چار پیسے والے۔"

"صرف اتنا ہی تو نہیں ہوتا بہن۔"

"پڑھے لکھے سنا ہے کہ گریجویٹ ہیں۔ اب اور کیا تیرے لیے آسمان

سے اترے گا بڑ۔"

سلمیٰ "سب سے بڑی بات تو یہ کہ دیوار ہیں بالکل۔"

نجمہ "دیوار؟ کیا مطلب دیوار سے۔"

سلمیٰ "سخت بہرے۔ اور کیا مطلب ہوتا۔ اور بہروں کے چہرے پر جو ایک سوالیہ نشان لٹک کر رہ جاتا ہے وہ اس قدر نمایاں ہے کہ مجھے تو وحشت ہوتی ہے ان کی صورت دیکھ کر کچھ عجیب ہوش سے نظر آتے ہیں۔"

نجمہ "تو کیا بالکل نہیں سنتے۔"

سلمیٰ۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخو یا منہ میں لاوڈ اسپیکر لگوا کر بات کرو تو کچھ پلے پڑتا ہے۔ ورنہ عالم یہ کہ ع۔

پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

لیجئے تشریف لا رہے ہیں اسی طرف۔"

نجمہ "تو کیا تم کو پردہ بھی نہیں کرایا گیا ان سے۔"

سلمیٰ "پاگل ہو تم تو پردے کے معنی تو یہ ہوئے کہ وہ جس خیال سے آئے ہیں اس کی رسید دے دی جاتی ہیں ہمیشہ کی طرح سامنے آتی ہوں۔ وہ تو چلے ہی آرہے ہیں۔

نجمہ "آنے دو تمہارا کیا ہرج ہے۔"

اسلم "آتے ہوئے، کہئے کیا ہو رہا ہے۔"

سلمیٰ "کہاں کہاں ہو آئے آپ عصمت خالہ کے یہاں بھی گئے تھے۔"

اسلم "کیا اخبار۔ وہ تو میں نے صبح پڑھتے ہی غفور کے ہاتھ اندر بھیجدیا تھا۔"

سلمیٰ "سن لیجئے (چیخ کر) میں نے کہا عصمت خالہ کے گئے تھے آپ؟"

اسلم "عصمت خالہ کے یہاں تو صبح ہی ہو آیا۔ ان کی چھوٹی بچی کو انفلوئنزا

ہو گیا تھا اچھی ہے اب ۔"

مٰی ۔" کون سی بچی ریحانہ ۔"

ظم ۔" معلوم نہیں کس کا علاج تھا مگر اب بخار نہیں ہے ۔"

مٰی ۔" توبہ (چیخ کر) میں نے کہا ریحانہ ۔ بیمار تھی ریحانہ ۔"

ظم ۔" ہاں دستانہ تو مل گیا تھا تکیہ کے نیچے دب گیا تھا بستر ٹھیک کیا گیا تو مل گیا ۔"

مٰی ۔" لیجیے انہوں نے ریحانہ کو دستانہ سن لیا ۔"

مہ ۔" سچ مچ یہ تو سخت بہرے ہیں ۔"

ظم ۔" جی ۔ کچھ میرے متعلق فرمایا آپ نے ۔ یعنی سلمیٰ آپ کی تعریف ؟"

مٰی ۔" میری سہیلی ہیں ۔"

ظم ۔" اچھا یہ تو ماشاءاللہ بہت بڑی ہو گئیں ۔ میں نے تو بہت چھوٹا دیکھا تھا انکو ۔"

مہ ۔" وہ شاید کچھ اور سمجھے ہیں ۔"

مٰی ۔" جی ہاں یہی تو آفت ہے (چیخ کر) آپ نے ان کو کہاں دیکھا تھا ۔"

ظم ۔" تم ہی نے تو کہا نسیم چچا کی لڑکی ۔"

(نجمہ ہنستی ہے)

مٰی ۔" خدا کے لیے ہنسو نہیں ہنسنے پر بُرا بھی مان جاتے ہیں (چیخ کر) یہ
۔ میری سہیلی ہیں نجمہ ۔ نسیم چچا کی لڑکی شگفتہ نہیں ۔"

ظم ۔" اوہ ۔ میں سمجھا تھا اسی کو ۔ تو آپ پڑھتی ہیں ۔"

مہ ۔" جی ہاں ان ہی کے ساتھ ہوں کالج میں ۔"

ظم ۔" خوب خوب ان سے پڑھتی ہیں آپ تو گویا یہ آپ کی استانی ہیں ۔"

مٰی ۔" اب بتائیے (چیخ کر) مجھ سے نہیں پڑھتی ہیں ۔ میرے ساتھ پڑھتی ہیں

ظم اوہ میں سمجھا تھا کہ تم سے پڑھتی ہیں شاید ۔"

نجمہ: "اتنے بہرے آدمی کے لیے تعجب ہے کہ یہ پڑھ کیسے گئے؟"
سلمیٰ: "ہمیشہ کے بہرے تھوڑی ہیں۔ ٹائیفائڈ ہوا تھا اسی میں جانے کیا ہوا کہ کان بند ہو گئے۔ اب دیکھو اس طرح دیکھ رہے ہیں اور خواہ مخواہ سر بھی ہلا رہے ہیں جیسے سب کچھ سمجھ رہے ہیں۔
اسلم: "آج سردی کچھ کم معلوم ہوتی ہے آسمان بھی صاف ہے۔"
سلمیٰ: "جی ہاں بس اب گرمیاں شروع سمجھیے۔
اسلم: "یہ سویٹر۔ یہ تو میں احتیاطاً پہنے ہوں۔"
نجمہ: "بھلا سویٹر کا کیا ذکر تھا یہاں۔"
اسلم: "جی ہاں گھر کا ہی بنا ہوا ہے۔ میری چھوٹی بہن نے بنا تھا۔ آپ کی طرح اکثر لوگوں نے اسکی وضع کو پسند کیا ہے۔
(سلمیٰ کے والد کے پکارنے کی آواز)
باپ: "ارے بھئی اسلم میاں۔ میں نے کہا اسلم میاں۔"
سلمیٰ: "(چیخ کر) آپ کو ابا جان بلا رہے ہیں۔"
اسلم: "ابھی سے! ابھی تو دو ہی بجے ہیں۔ اچھا، تو میں چار بجے پہنتا ہوں۔"
باپ: "(پکارتے ہوئے) ارے بھئی سلمیٰ ذرا اسلم کو ادھر بھیجدو۔"
سلمیٰ: "بھیج رہی ہوں ابا جان (اسلم سے چیخ کر) ابا جان آواز دے رہے ہیں آپ کو۔"
اسلم: "مجھے تو خبر نہیں گاڑی میں گئے ہیں کہیں۔"
سلمیٰ: "(کچھ اور چیخ کر) جی نہیں وہ بلا رہے ہیں۔"
اسلم: "اچھا مجھے۔ میں سمجھا تھا کہ ابھی آئے نہیں۔ اچھا میں ہو آؤں ذرا چچا جان کے پاس۔
(جاتا ہے)

ی ۔ "(کھانس کر) توبہ ہے چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا"

ر ۔ "بھئی مجھے تو ترس آتا ہے بیچارے پر۔ یوں اچھے خاصے مگر ایک عیب نے
ان کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے"

لمی ۔ "تم نے دیکھا چہرے پر بھی بہرہ پن اس شدت سے برستا ہے کہ دیکھ کر
وحشت ہوتی ہے"

"اور یہ خواہ مخواہ ہنسا اور سر کیوں ہلایا کرتے ہیں"

لمی "تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ بہرے ہیں۔ ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے سب کچھ سن رہے
ہیں۔ کل گلنار آپا کی موت کا ذکر ہو رہا تھا آپ اسی طرح گردن ہلا ہلا
کر ہنستے رہے"

"واقعی قابلِ رحم ہے یہ حالت"

لمی ۔ مگر چچا میاں کی زیادتی تو دیکھو کہ پہلے تو اس نسبت کے لیے خط پر خط لکھتے
رہے اور ادھر سے ابا جان ٹالتے رہے اب آپ نے صاحبزادے کو خود
ہی بھیجدیا ہے۔ اور ابا جان کو لکھ دیا ہے کہ بس اب میاں اسلم تمہارے
اور سلمیٰ میری ہے"

"مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اتنے قریبی رشتے ہیں تو بر دکھوا نہیں ہوا کرتا"

لمی "بات یہ ہے کہ یہ حضرت بچپن سے اپنے نانا کے پاس رہے وہیں تعلیم پائی۔
ابا جان نے شاید کبھی بہت چھوٹا دیکھا ہو گا ان کو اور میں نے تو شاید اب
کی دوسری مرتبہ دیکھا ہے۔

(دور سے باپ کی آواز آتی ہے)

پ ۔ "میاں استغفراللہ میں کچھ اور کہہ رہا ہوں"

لمی "آؤ چلو کمرے کے اندر سے اب سنو دونوں کی باتیں وہ کہیں گے کچھ بر جواب

ذیں گے کچھ اور پھر ابا جان کا چز بر ہونا۔ اُڈ نا۔"

نجمہ "چلو چل تو رہی ہوں۔"

(باپ کی آواز آتی ہے۔)

باپ "صاحب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں بھی اکثر ڈاکٹر ہیں۔ ان کو بھی کان دکھالو۔"

اسلم "بہر حال جیسی آپ کی مرضی سب کچھ تو ابا جان نے خط میں لکھ دیا ہے۔"

باپ "اماں جہنم میں گیا خط۔ خط کو کون کہہ رہا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں ڈاکٹر۔ ڈاکٹر۔"

اسلم "جی ہاں ڈاکٹر صاحب کا قصہ تو یہ ہے کہ اوّل تو ان کے خاندانی حالات ٹھیک نہیں دوسرے مجھے ان کے یہاں کے طور طریقے پسند نہیں۔"

باپ "بھئی استغفراللہ۔ ذرا ادھر قریب آؤ۔ بھئی میں کہہ رہا ہوں کہ یہاں کے کسی ڈاکٹر کو بھی کان دکھالو۔"

اسلم "یہاں کے ڈاکٹروں کو۔"

باپ "جی ہاں۔ بڑے ماہر ڈاکٹر موجود ہیں یہاں۔"

اسلم "خیر فیس کی تو کوئی بات نہیں جو ہو گی دے دی جائے گی۔"

باپ "لاحول ولاقوۃ۔ کتے کا بھیجہ ہونا چاہیئے تم سے بات کرنے کے لیے۔"

اسلم "درست فرمایا آپ نے۔"

باپ "اے بھائی۔ میرا مطلب یہ کہ برخوردار فیس کا تو ذکر ہی نہیں تم تو بس میرے ساتھ چلو۔"

اسلم "مجھ کو آپ سے یہی امید تھی۔ میں تو خود ان ہی قدموں میں رہنا چاہتا ہوں۔"

باپ "اب مجبوراً مجھ کو تم سے لکھ کر بات کرنا پڑے گی"
اسلم "آپس میں لکھا پڑھی تو ہوتی نہیں مگر میں جو کچھ آپ فرمائیں گے لکھنے کو تیار ہوں جو کچھ جائداد ہے وہ آپ کو معلوم ہی ہے"
باپ "یہ کیا بکواس ہے۔ کان اِدھر لاؤ۔ میں کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ ڈاکٹر کے یہاں چلو"
اسلم "ڈاکٹر کے یہاں۔ وہ تو میں نے عرض کیا نا کہ جب جی چاہے تشریف لے چلیے"
باپ "کل صبح ہی لے کر چلونگا"
اسلم "جب تک آپ فرمائیں میں رہنے کو تیار ہوں"
باپ "بہرے ہونے کے علاوہ بیوقوف بھی ہو۔ ورنہ بہرے عموماً ذہین ہوا کرتے ہیں"
اسلم "جی ہاں والد صاحب نے تو یہی کہا تھا کہ آپ ہرگز انکار نہ کریں گے اور جہاں تک میری مرضی کا سوال ہے میں تو اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ کہ آپ مجھ کو گویا غلامی میں قبول فرمالیں"
باپ "بند کرو یہ بکواس۔ بیوقوف کہیں کا۔ بہراپن تو خیر مرض ہے مگر باپ سے حماقت بھی ورثہ میں ملی ہے"
اسلم "جی ہاں۔ ابا جان یہی کہتے تھے"
باپ "گھامڑ کہیں کا چغد۔ اپنی ہی کہتا ہے دوسرے کی سنتا ہی نہیں۔ ریڈیو کہیں کا"
اسلم "جی ہاں انشاءاللہ میں احسان فراموش ثابت نہ ہوں گا"
باپ "اچھا اب تشریف لے جائیے۔ دماغ چکرا کر رکھ دیا۔ ارے کوئی ہے سر کا تیل لاؤ۔ جاؤ صاحبزادے خدا کے لیے اب میری جان چھوڑو"

اسلم ۔ "جی نہیں جانا تو نہیں ہے کہیں مجھے ذرا گھوم آؤں گا"

باپ ۔ "اچھا بابا اچھا کسی طرح بخشو تو میری جان"

سلمیٰ ۔ "(آہستہ سے) آؤ بس اب"

نجمہ ۔ "(آہستہ سے) چلو"

(دونوں مائیکروفون کے قریب آتی ہیں)

سلمیٰ ۔ "سن لیا تم نے"

نجمہ ۔ "میں تو پریشان ہو گئی ہنسی روکتے روکتے"

سلمیٰ ۔ "معلوم ہوتا ہے جیسے ان کے کان صرف مطلب کی بات سنتے ہیں"

نجمہ ۔ "مگر بہن اس بیچارے کے ساتھ دوہری رعایت ہونا چاہیئے"

سلمیٰ ۔ "دوہری رعایت ۔ کیا مطلب"

نجمہ ۔ "پڑھا نہیں تم نے کہا ہے مرزا غالب نے کہ

بہرا ہوں میں تو چاہیئے دونا ہو التفات

سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

(دونوں ہنستی ہیں)

تاب لائے ہی بنے گی غالبؔ
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

(شہاب داخل ہوتا ہے شہناز اس کو دیکھ کر
انجم سے کہتی ہے)

شہناز :- "لو آپا دولہا بھائی بھی آ گئے"

انجم :- "میں نے کہا سنتے ہیں آپ۔ ذرا پہلے اسی طرف چلے آیئے"

شہاب :- (آتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے کوئی خاص سازش ہو رہی ہے بڑے سنجیدہ بنے بیٹھے ہیں آپ سب"

انجم :- "اور بھی کچھ سنا آپ نے تسنیم کی شادی ہوگئی۔ ابھی اکرم یہ خبر لے کر آئے ہیں"

اکرم :- "خبر نہیں۔ بلکہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے برات کو رخصت ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھولوں سے لدی ہوئی کاریں دولہا کو دیکھا نفیس ہیں دولہن اور بے شمار موٹروں میں براتی"

شہناز :- "خبر سن کر نہ جانے بھائی جان کیا کریں گے"

م ”مجھے تو خود اختلاج ہو رہا ہے کہ آج نہ جانے کیا ہونے والا ہے“

اب ”اسلم ہیں کہاں“

م ”ہوتے کہاں حسبِ معمول صبح سے کمرے میں بند ہیں۔ پڑے ہوں گے منہ لپیٹے۔ مگر میں پوچھتی ہوں اب ہو گا کیا“

اب ”اب ہو ہی کیا سکتا ہے“

م ”میں بتائے دیتی ہوں کہ وہ جان پر کھیل جائے گا۔ نہ جانے کیا کر گزرے اس پر تو جیسے تسنیم کا جنون سا سوار ہے“

ناز ”دولھا بھائی اب آپ ہی ان کی تاک رکھیے۔ یہ خبر آخر کب تک ان سے چھپ سکتی ہے“

رم ”اجی توبہ کیجیے اُن کو آج ہی کسی نہ کسی طرح خبر پہنچ جائے گی“

م ”بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ کچھ سن گن وہ پا چکا ہے۔ دو تین دن سے کیسی ڈراؤنی شکل بنا رکھی ہے خط بڑھا ہوا۔ بال اُلجھے ہوئے“

ناز ”اوپر سے فاقوں پر فاقے“

اب ”اچھا صاحب سنیئے اب میں آپ سے عرض کروں کہ میں خود اسی خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا گیا تھا“

م ”بھیجے گئے تھے؟ کس نے بھیجا تھا تم کو“

اب ”خود اسلم نے بھیجا تھا مجھے۔ ان کو اپنے کسی دوست سے یہ اطلاع صبح ہی پہنچ چکی تھی چنانچہ مجھ کو اپنا بہترین ہمدرد سمجھ کر آج وہ میرے سامنے بالکل ہی بے نقاب ہو گئے۔ اور نہ صرف مجھ کو اس خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا بلکہ بڑی خوشامد سے یہ امداد بھی چاہی کہ اگر یہ خبر سچ ہو تو واپسی میں انکے لیے میں کوئی ایسا زہر لیتا آؤں جو جلد سے جلد ان کا کام

تمام کرے چنانچہ حسبِ وعدہ میں زہر بھی لیتا آیا ہوں "

انجم " زہر "

شہناز " ہائے میرے اللہ "

اکرم " کیا واقعی آپ زہر لیکر آئے ہیں "

انجم " تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تم میرے بھائی کا خون کرنا چاہتے ہو "

شہناز " دولہا بھائی "

شہاب " اگر آپ لوگوں کی بدحواسی کا یہی عالم رہا تو اس زہر سے نہ سہی کسی اور طریقہ سے وہ اپنی جان ضرور دے دیں گے۔ وہ مجھ سے جان دینے کا قطعی وعدہ کر چکے ہیں "

انجم " اور تم یہ وعدہ پورا کرانا چاہتے ہو۔ تم زہر لائے ہو "

اکرم " وہ زہر ہے کیا "

شہاب " یہ رہا۔ اس شیشی میں۔ بڑی مشکل سے دستیاب ہوا ہے اور نہایت قیمتی ہے "

انجم " ادھر لاؤ۔ مجھے دو۔ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ یہ مجھے دو "

شہاب " اگر تم لوگوں نے اسی طرح شور مچایا تو نتائج کے ذمہ دار تم لوگ ہو۔ ورنہ نہایت خاموشی سے جو میں کہوں وہ کرو "

انجم " پہلے یہ زہر کی شیشی مجھ کو دو "

شہناز " سن تو لو آپا۔ وہ کہہ کیا رہے ہیں۔ ہاں تو بتائیے نا کیا کریں ہم لوگ "

شہاب " بس میری ذمہ داری پر نہایت خاموشی سے جو کچھ ہو اس کو دیکھتی رہو اور خدا سے امید رکھو کہ وہ اس وقت کو ٹال دے۔ یہ وقت اس گھبراہٹ اور سراسیمگی کا نہیں بلکہ حکمت عملی کا ہے "

مگر میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ قصہ اس قدر معمولی نہیں جتنا آپ سمجھ رہے

ں - بھائی جان یقیناً کچھ کر گذریں گے "

مجھ کو معلوم ہے "

معلوم ہے اور پھر خود ہی زہر لائے ہو - خدا کے لیے یہ تمہیں سوجھی

ا ہے ؟"

" اچھا تو جانے دو - میں نہیں دیتا زہر - مگر یاد رہے کہ وہ کوٹھے

اند سکتے ہیں - وہ دریا کے پل پر جا کر چھلانگ مار سکتے ہیں - وہ ریل

پٹڑی پر سر رکھ کر ملک الموت خیر مقدم کر سکتے ہیں - ہزار ترکیبیں

جان دینے کی "

نہیں نہیں دولہا بھائی آپ نے آخر کچھ تو سوچا ہو گا "

" ہاں تو جو کچھ میں نے سوچا ہے وہ مجھے کرنے دو اور خاموشی سے

کا انتظار کرو میں ان کے پاس جاتا ہوں تم لوگ بھی تھوڑی دیر میں آ جانا "

مگر خدا کے لیے "

" پھر وہی گھبراہٹ "

نہیں آپ جائیے "

(شہاب جاتا ہے - اسلم کی آواز قریب آتی ہے)

آپ آ گئے شہاب بھائی "

ہاں آ گیا - مگر تمہارے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا ہوں - واقعی تسنیم

شادی اسی پولیس آفیسر کے ساتھ ہو گئی جس کا تم نے ذکر کیا تھا تمہاری

ع درست تھی - ابھی تھوڑی دیر ہوئی برات بھی رخصت ہو گئی - اور

ری نہ ہو سکنے والی تسنیم دوسرے کی ہو گئی "

اسلم :- "بس مجھے اسی تصدیق کا انتظار تھا۔ مگر آپ نے کچھ اور بھی وعدہ کیا تھا"
شہاب :- "وہ مجھے یاد ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں یا تو وعدہ ہی نہیں کرتا اور اگر کر لیا کسی سے وعدہ تو پھر خواہ اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے وعدہ پورا ضرور کروں گا۔ تمہاری وہ چیز نہ جانے کیا کیا جتن کر کے لایا ہوں"
اسلم :- "لے آئے آپ۔ لائیے دیجئے مجھے اب مجھے کسی کا انتظار نہیں"
شہاب :- "میاں گھبراتے کیوں ہو۔ یہ رہی زہر کی شیشی مگر ذرا مجھے بندوبست تو کر لینے دو۔ کوئی بچوں کا کھیل تو ہے نہیں خودکشی۔ کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ گھر بھر کو پھنسواؤ۔ سب سے پہلے تو میں تم سے ایک تحریر لکھواؤں گا کہ تم کو کسی اور نے زہر نہیں دیا بلکہ تم خودکشی کر رہے ہو"
اسلم :- "بیشک میں خودکشی کر رہا ہوں۔ میں لکھے دیتا ہوں"
شہاب :- (آواز دیتے ہوئے) ارے میاں اکرم ذرا کاغذ اور میرا قلم لے آؤ۔ لو یہ لوگ بھی آ گئے۔ جب تک تم ان سب سے تو مل لو آخر بہنیں ہیں تمہاری انجم اور شہناز۔ تم دونوں اپنے بھائی سے جی بھر کر مل لو۔ پھر کہاں یہ کہاں تم"
انجم :- اسلم "(روتی ہے)"
شہناز :- بھیا "(روتی ہے)"
شہاب :- "یہ کیا واہیات ہے میں تو سمجھا تھا کہ تم پڑھی لکھی خواتین میں سے ہو خودنگری اور خودی کے مفہوم کو سمجھتی ہو۔ یہ کیا واہیات سسکیاں اس وقت شروع کر دیں۔ ارے بھئی جو پیدا ہوا ہے اس کو ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے اور جب موت برحق ہے تو انسان بے عزتی کی زندگی کیوں جیے۔ اپنی آن پر جان کیوں نہ دے دے"
انجم :- "یہ تم کیا کہہ رہے ہو"

شہاب ۔ "جو میں کہہ رہا ہوں اس کو تم نہیں سمجھ سکتیں۔ اس کو اگر کوئی سمجھ سکتا ہے تو صرف اسلم جن کی اس وقت واحد تمنا یہ ہے کہ

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

لے آئے اکرم میاں کاغذ۔ لو بھئی اسلم یہ قلم اور لکھ دو۔"

اسلم ۔ "کیا لکھوں؟"

شہاب ۔ "تم لکھو میں بولتا ہوں۔ منکہ مسمی محمد اسلم ابن شیخ محمد عالم مرحوم ساکن محلہ گڑھی شاہو شہر لاہور کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس و بلا جبر و اکراہ زہر کھا کر خودکشی کا مرتکب ہو رہا ہوں اور میرا خون سوائے میرے کسی کی گردن پر نہیں محبت میں ناکامی میری اس خودکشی کا سبب ہے اور رازِ محبت میرے ساتھ ہی دفن ہو گا۔ بعد میں لکھو العبد اور نیچے کر دو دستخط۔"

انجم ۔ "ہائے اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

شہاب ۔ "ہو یہ رہا ہے کہ مرنا تو ہے ہی ان کو مگر ہم لوگ کیوں پھنسیں۔ لاؤ بھئی کاغذ مجھ کو دو۔ ارے بھئی شہناز ایک چائے کی پیالی تو لے آؤ آخر کس چیز میں پئیں گے یہ زہر؟"

شہناز ۔ "دولہا بھائی" (رو دیتی ہے)

شہاب ۔ "اب صبر کرو شہناز صبر کرو۔ رونے کے لیے ساری عمر پڑی ہے اس وقت مرنے والے پر نظر رکھو کیسا شدید امتحان اس کے سامنے ہے۔ ارے میاں اکرم میرا منہ کیا تاک رہے ہو ایک آدھ اگالدان اور طشت ہی لا کر رکھ دو۔ دیکھ رہے ہو کہ بھائی زہر کھا رہا ہے۔ خون کی قے ہو گی اور کلیجہ کٹ کٹ کر نکلے گا تو یہ تمام فرش خراب ہو گا یا نہیں؟

انجم "خدا کے لیے یہ منحوس باتیں زبان سے نہ نکالو میرا دم الٹا جاتا ہے۔"

شہاب "خیر دم الٹنے کی تو بات ہی ہے۔ ایک نوجوان موت پھر وہ بھی بھائی کی ہے ہے۔

درو دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ ہے

موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ کل ہماری باری ہے

صبح دم طائرانِ خوش الحان پڑھتے ہیں کل من علیہا فان

لاحول ولاۃ۔ یعنی تم بیٹھی ہوئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھ کو گھور کیا رہی ہو۔ اس فرش کے چاروں طرف تکیے اور گاؤ تکیے لگا دو۔ ارے بھئی تم کھیل سمجھ رہی ہو۔ یہ پچھاڑیں کھاتے پھریں گے ہر طرف۔ ذرا یہ فرنیچر اس کمرے سے باہر نکالو اور معلوم نہیں کس کس چیز سے سر پھوڑتے پھریں گے۔ رگ رگ سے دم کھینچ کر نکلے گا۔"

اکرم "آپ تو اور بھی ان کو ترغیب دے رہے ہیں خودکشی کی سبحان اللہ۔"

شہاب "میاں ترغیب کا سوال نہیں۔ میں تو اس کا قائل ہوں کہ موت برحق ہے۔ اور ان کے لیے اس سے بڑا موقع موت کا اور کونسا آئے گا کہ جس سے یہ زندگی وابستہ کرنا چاہتے تھے اس نے اپنے کو دوسرے کے حوالے کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے کچھ عہد و پیماں ہوئے ہونگے اس کو خیال نہ سہی مگر یہ تو مرد ہیں ان کو تو اپنے قول کا پاس ہونا ہی چاہیئے۔"

اسلم "آپ مجھ کو شیشی دیجیئے میں اور کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

شہاب "ارے بھائی شیشی تو تمہارے سامنے موجود ہے۔ مگر ذرا غور تو کرو کہ اس کمرے کی موجودہ حالت بھلا خودکشی کرنے کے قابل ہے۔ تم تو خیر

جان پر کھیل رہے ہو مگر ہم سے کیسے دیکھا جائے گا۔ تمہارا ایک ایک چیز سے سر پھوڑنا۔ اس سخت زمین پر تڑپنا۔ میں چاہتا یہ تھا کہ ذرا گدّے وغیرہ بچھ جاتے تو اطمینان سے کرتے خودکشی "

انجم ۔" وہ نہیں پئیں گے یہ منحوس زہر۔ پھینک دو۔ میں کہتی ہوں اسے پھینک دو"

اسلم ۔" نہیں یہ مجھ کو دے دیجئے۔ دے دیجئے مجھے "

شہاب ۔" سنیئے صاحب۔ اس طرح کی خودکشی کے حق میں کم سے کم میں نہیں ہوں۔ تم نے زہر لانے کو کہا میں لے آیا۔ مگر زہر پینے کے کچھ آداب تو ہوتے ہی ہیں۔ تم کو تو خیر پتہ نہیں۔ مگر مجھ کو تو معلوم ہے کہ اس کے حلق سے اترتے ہی تم پر کیا گذرے گی۔ تمام جسم نیلا پڑ جائے گا۔ کلیجہ پاش پاش ہو جائے گا۔ آنکھیں باہر نکل پڑیں گی۔ تم اچھل اچھل کر گرو گے اور گر گر کر اچھلو گے۔ خون کی قے بار بار ہو گی اور منھ سے دل اور جگر کے ٹکڑے تھوکو گے "

شہناز ۔" للہ رحم کیجئے دولھا بھائی "

اکرم ۔" کیا آپ کا ارادہ ہم سب کا دم نکال لینے کا ہے "

شہاب ۔" میرا ارادہ تو خدا جانتا ہے کچھ نہیں۔ یہ تو ان ہی سے پوچھو اسلم میاں سے۔ مگر یہ بھی بیچارے مجبور ہیں۔ اگر بازاری لفنگوں کی طرح کی ان کی محبت ہوتی تو تسنیم کی شادی پر یہ بھی کہہ سکتے تھے۔

تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

مگر ان کی محبت سچی تھی۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ سچی تھی اور سچی محبت اس قسم کی قربانیوں ہی کی آغوش میں زندہ رہتی ہے۔

انجم ،، اسلم خدا کے لیئے ہم لوگوں پر رحم کرو۔ میں دیوانی ہو جاؤں گی ،،

شہاب ،، خیر تم تو دیوانی ہو جاؤ گی مگر اُس غریب کا حال بھی تو دیکھو۔ ابھی تھوڑی دیر میں کافور میں لبسا ہوا کفن اُسکی سرد لاش سے لپٹ جائیگا۔

اسلم ،، (چیخ کر) بھائی صاحب ،،

شہاب ،، اسلم۔ کاش تم میرے دل کی کیفیت بھی سمجھ سکتے مگر میں اپنے کو سنبھالے ہوئے ہوں اس لیئے کہ تم نے تسنیم سے جان دینے کا وعدہ کیا تھا اور میں نہیں چاہتا کہ اسی وعدہ فراموش کی طرح میرا برادر نسبتی بھی بے اصولا اور بزدل کہلائے۔ تمہاری موت جس قدر عبرتناک ہو گی اُسی قدر اہل محبت کے لیئے ایک پیام ہو گی سرخروئی کا۔ ارے بھئی شہناز کچھ تکیے وغیرہ لگا دو۔ دن ڈھل رہا ہے پھر کب دم نکلے گا کب پوسٹمارٹم ہو گا۔ کب ہم لوگوں کو لاش ملے گی اور کب تجہیز و تکفین ہو سکے گی ،،

انجم ،، دور پار۔ دشمن مدعی کیسا منھ بھر بھر کر میرے بھائی کو کوس رہے ہیں ،،

شہناز ،، نہ جانے یہ کب کا بدلہ لیا جا رہا ہے ،،

شہاب ،، سن لو اسلم تمہاری اصول پرستی کی پرستش میں یہ سب کچھ سننا پڑ رہا ہے میاں اکرم کسی کو قبرستان بھیج کر قبر کا انتظام تو کرا ہی لو مگر میرا تو خیال ہے کہ پوسٹ مارٹم کے بعد لاش شاید اب صبح ہی مل سکے۔ تمام لاش چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں یہ پوسٹمارٹم کرنے والے ،،

اسلم ،، لاش۔ پوسٹ مارٹم ،،

شہاب ،، ارے میاں جب مر ہی گئے تو چاہے کوئی لاش کے ساتھ جو سلوک کرے تم پر تو سختی بس زہر کھانے اور مرنے کے درمیانی وقفہ کی ہے۔ خدا اس مشکل کو آسان کرے۔ جس سے میں زہر لایا ہوں وہ کہہ رہا تھا۔

کہ مرنا تو خیر قطعی ہے۔ مگر قیامت گذر جاتی ہے مرنے والے پر۔ میں نے اس سے کہا کہ اس سے بڑی قیامت اس غریب پر یوں ہی گذر رہی ہے۔ وہ کہہ رہا کہ زہر کھانے کے بعد لوگ چاہتے ہیں کہ کسی طرح ان کو بچا لیا جائے مگر یہ زہر بچنے نہ دیگا انشاء اللہ۔"

انجم "ادھر تم انشاءاللہ کہہ رہے ہو۔"

شہاب "بھئی غور تو کرو کہ زہر بھی کھایا جائے اور موت بھی نہ آئے یہ تو بڑی مہمل بات ہوئی نا۔"

شہناز "مگر وہ زہر نہیں کھائیں گے۔ وہ ہرگز نہیں کھائیں گے۔"

شہاب "چہ خوش۔ یعنی اتنے اصرار سے منگایا۔ میں نے بھی وعدے سے مجبور ہو کر نہ جانے کیا کیا ترکیبیں کیں اور اب آپ فرماتی ہیں کہ وہ زہر ہی نہ کھائیں گے سن رہے ہو اسلم میاں۔ میرے خیال میں تو اب بسم اللہ کرو۔ میں خود ہٹائے دیتا ہوں یہ کرسیاں وغیرہ۔ اکرم میاں تم تو شکیں گدے بچھا دو۔ ورنہ بڑی تکلیف سے جان نکلے گی۔ اے بھائی یہ اپنے کو اٹھا اٹھا کر پٹخیں گے۔"

اسلم "لایئے۔ ادھر لایئے شیشی۔"

شہاب "—— مل تو لو اپنی بد نصیب بہنوں سے پھر تو ہزاروں من مٹی کے نیچے دب جاؤ گے ہمیشہ کے لیئے۔"

اسلم "میں نہیں مرتا۔ میں خودکشی نہیں کرتا ہیں —— میں۔ زہر نہیں پی سکتا۔ کافور —— کفن —— قبر —— پھینک دیجیے یہ زہر۔"

شہاب "ارے۔ ارے۔ ارے

اسلم "خون کی قے۔ نہیں میں زہر نہیں پی سکتا۔ کلیجے کے ٹکڑے۔ میں زہر

نہیں پیونگا۔"

انجم ۔ "چھوڑ دو یہ شیشی۔"

شہاب ۔ "ٹھہرو تو صاحب ۔ ان کو غور کر لینے دو۔ کتنا سخت واقعہ ہے۔
تسنیم کی شادی کسی اور سے ہو جائے اور یہ زندہ رہیں۔"

اسلم ۔ "ہاں میں زندہ رہوں گا۔ وہ نہیں مری تو میں بھی زندہ رہوں گا۔"

شہاب ۔ "مگر۔"

شہناز ۔ "مگر وگر کچھ نہیں وہ کہہ چکے کہ جان نہیں دیں گے۔"

اکرم ۔ "مجھے دیجیئے یہ منحوس زہر۔"

انجم ۔ "توڑ ڈالو اس کمبخت کو۔"

شہاب ۔ "چاہے توڑو چاہے نہ توڑو اس میں صرف شربت انار ہے مگر
ایک شعر سن لو۔ کہا ہے مرزا غالب نے ؂

تاب لاتے ہی بنے گی غالب واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

(نزہت اور نگہت ایک کمرے کی ترتیب
میں مصروف ہیں۔ نزہت نوکر کو بلا رہی ہے)

نزہت۔ جمن ——— (اور زور سے پکارتی ہے) جمن ———"

نگہت۔ "پھر آپ نے جمن کہہ کر پکارا کل دن بھر آپ کو ریہرسل کرایا ہے کہ آواز کے خاص لوچ کے ساتھ تیرتی ہوئی آواز میں پکارنا چاہیئے۔ بیرا کہہ کر دیکھئے یوں (نقل اتار کر) بیرا ——— بات یہ ہے کہ جس کا شوہر تین سال تک ولایت میں رہ کر آیا ہو اس کو کم سے کم نوکر کو بیرا کہنا اور بیرے کو پکارنا تو آتا ہو۔"

نزہت۔ "بس تم باتیں بنائے جاؤ، یہ نہیں کہ ذرا کمرہ ہی ٹھیک کرالیں۔ میں نے ملک صاحب کے ڈرائنگ روم میں صوفوں کی کچھ اس قسم کی ترتیب دیکھی تھی۔"

نگہت۔ "ملک صاحب؟ وہ تو میرے خیال میں ولایت کیا معنی راولپنڈی تک نہیں گئے ان کا ڈرائنگ روم کیونکر سند کے طور پر پیش ہو سکتا ہے۔

البتہ شہاب صاحب ولایت جا چکے ہیں اور ان کے ڈرائینگ روم میں صوفے نہایت ٹیڑھے میڑھے بچھے ہوئے ہیں نے خود دیکھے ہیں"

نزہت "بس تو پھر اسی طرح کر دو۔ دیکھو نا ٹرین کے وقت میں صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا ہے"

نگہت "وہ تو ٹھیک ہوئے جاتے ہیں مگر کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ اپنے دونوں کے بعد آ کر ڈرائینگ روم کی ترتیب پر تنقید کرنے بیٹھ جائیں گے۔ میرے خیال میں تو بیچارے دولھا بھائی کو آپ کے دیدار ہی سے ایک آدھ ہفتہ چھٹی نہ مل سکے گی"

(موٹر کے ٹھہرنے کی آواز)

نزہت "وہ آگئے شاہد۔ گاڑی رکی ہے پورچ میں"

نگہت "یہ کیسے ہو سکتا ہے آدھ گھنٹہ پہلے گاڑی کیسے آ سکتی ہے"

اسلم "(داخل ہوتے ہوئے) میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ یہ گاڑی کبھی صحیح وقت پر نہیں آتی۔ شکر ہے کہ آج صرف ایک گھنٹہ لیٹ ہے"

نزہت "تو اسلم میاں تم لوٹ کیوں آئے"

اسلم "گویا ایک گھنٹہ تک پلیٹ فارم پر بیٹھا اونگھتا رہتا یا ٹہل ٹہل کر فلمی دھنیں گنگناتا رہتا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا جب تک گھر ہی چل کر ان چیزوں کے آب و نمک کا اندازہ تو کروں جو بقول نزہت آپا کے پنچ کے لیے تیار کی گئی ہیں"

نزہت "دیکھو نا نگہت تم اپنے شوہر نامدار کی ذمہ داری لے چکی تھیں کہ یہ میرا مذاق نہ اڑائیں گے"

نگہت "مجھ کو اس مذاق کی تو خیر پروا نہیں ہے رشتہ ہی ایسا ہے مگر یہ

پرنسپل کے آب و نمک کا اندازہ کرنے کی دھمکی سن کر میں بھی سہم گئی ہوں کہ خدا ہی حافظ ہے اب کھانے کی میز کا۔"

اسلم ۔ "یعنی کمال کرتی ہیں آپ بھی معلوم ہے کہ میں بھوک برداشت نہیں کر سکتا۔ انکی گاڑی تو خیر لیٹ ہو گئی ہے مگر مجھ پر کیا مار پڑی ہے کہ میں خواہ مخواہ روزہ رکھے بیٹھا رہوں۔"

نگہت ۔ "تو آج ذرا سا انتظار ہی کر لیجئے ۔ دولھا بھائی آجائیں تو سب ساتھ مل کر کھائیں گے کتنا اچھا معلوم ہوگا ۔ تین سال کے بعد آج کھانے کی میز پر رونق ہو گی۔"

اسلم ۔ "نہیں مجھے ایک اور خیال بھی آرہا ہے کہ فرض کر لیجئے کہ ٹرین سے ان کے ساتھ یعنی فرض کر لیجئے کوئی ولایتی خاتون بھی اتریں جن کو فی الحال ظاہر ہے کہ وہ اپنی پرائیوٹ سیکرٹری ظاہر کریں گے تو ان خاتون محترم کو دیکھ کر گھر کی فضائیں جن میں کھانے کی میز بھی شامل ہے اتنی خوشگوار نہ رہیں گی جتنی توقع ہے۔"

نزہت ۔ "خیر آپ کی بلا سے ۔ آنے دیجئے ان خاتون محترم کو مگر میں اس طوفان کی توقع پر آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی کہ آپ اپنا مال گودام بھر کر بیٹھ رہیں ۔ اس ٹرین نگوڑ ماری کو بھی آج ہی لیٹ ہونا تھا۔"

اسلم ۔ "ارے ارے کیا غضب کر رہی ہیں آپ ۔ پھر وہی نگوڑ ماری قسم کی بات خدا کے لئے کچھ تو انگریزیت پیدا کیجئے ایک دو دن میں نہیں پورے تین سال ولایت میں رہ کر وہ آرہے ہیں ۔ یہ باتیں سن کر کیا کہیں گے۔"

نزہت ۔ "آیا کریں وہ تین سال ولایت میں رہ کر ۔ وہ رہ کر آرہے ہیں میں تو نہیں آرہی ہوں۔"

نگہت "یہ تو آپا آپ کی زبردستی ہے۔ وہ خطوں میں برابر لکھتے رہے ہیں کہ مجھ کو بھی دیکھنا ہے کہ اس عرصہ میں تم کتنی ترقی کرتی ہو"

نزہت "تو اب اور اس سے زیادہ ترقی کیا کر سکتی ہوں کہ ٹیچر رکھ کر انگریزی پڑھی۔ گھر کا سارا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا اور اب جب سے ان کے آنے کی خبر سنی ہے۔ دس بارہ دن تو ہو گئے گھر ٹھیک کرتے کرتے"

اسلم "یہ تو ٹھیک ہے مگر میں تو چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو دیکھ کر حیران رہ جائیں اور کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ وہ ولایت سے آئے ہیں یا آپ"

نزہت "چلو ہٹو۔ اب چلے ہیں بیچارے بنانے"

اسلم "اب دیکھ لیجئے یہ چلو ہٹو جو آپ نے فرمایا ہے یہ آپ کے شایان شان نہ تھا۔ آپ کو اس موقع پر کہنا چاہیئے تھا "D ONT BE SILY"

نزہت "آپ کے اس مشورے کا شکریہ مگر میں جس حد تک اپنے کو بدل چکی ہوں اس سے زیادہ میرے امکان میں نہیں ہے"

نگہت "خیر یہ تو مذاق کر رہے ہیں مگر واقعی دولھا بھائی دنگ رہ جائیں گے آپا کو دیکھ کر کہ یہ کیا سے کیا بن گئی ہیں۔ آپا بس ان کو دیکھتے ہی انگریزی جھاڑنا شروع کر دیجئے"

نزہت "خیر مجھ سے تو یہ چھچھورا پن ہو گا نہیں البتہ اگر انہوں نے صاحبیت جتائی تو پھر دیکھا جائے گا۔

(موٹر کی آواز)

اسلم "موٹر؟ —— یہ کون آپہنچا؟

نگہت "دیکھئے نا باہر نکل کر"

نزہت "کہیں وہی نہ آپہنچے ہوں"

اسلم :- " آپ کا تو وہی عالم ہے کہ۔ ع۔
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ای تو ہے۔
گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ ہے اور آپ ____"
شفقت :- " (داخل ہوتے ہوئے) السلام علیکم "
نگہت :- " (خوشی سے چیخ کر) ارے دولھا بھائی "
نزہت :- " میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہی ہیں "
اسلم :- " مگر بھائی جان ٹرین تو لیٹ تھی ایک گھنٹہ "
شفقت :- " جی ہاں اس نے آدھ گھنٹہ میک اپ کر لیا ہیں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ سب اسٹیشن پر دھرے ہوئے ہوں گے۔ اسلم میاں ذرا سامان اتروا کر ٹیکسی والے کو کرایا دے دو۔ ہاں صاحب اغاہ۔ یعنی یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں کہ بیگم صاحبہ رم لس کا چشمہ لگائے بیٹھی ہیں یہ کب سے؟ یہ تو مجھ کو کسی خط میں بھی نہ لکھا "
نگہت :- " سب چشمہ ہی نہیں چشم بددور بہت کچھ دیکھیں گے ابھی آپ "
شفقت :- " اور یہ تم کو کیا ہوا ہے نگہت تم تو کچھ ڈبل روٹی ہوتی جا رہی ہو "
نزہت :- " اور آپ کو کیا ہوا ہے۔ کافی دبلے ہو کر آئے ہیں "
شفقت :- " صاحب اوّل تو میں وہاں ڈنڈ پیلنے نہیں بلکہ غالباً آپ کو یاد ہو گا پڑھنے گیا تھا اور پڑھنے میں جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں انسان کو جو میرا ایسا کند ذہن ہو تھوڑی بہت محنت بھی کرنا پڑتی ہے۔ دوسرے جس ملک میں گیا تھا وہاں آپ کے ملک کی طرح غلّے کی افراط تو ہے نہیں کہ آدمی کو سوائے اناج کے ساتھ دشمنی کرنے کے اور کوئی کام ہی نہ ہو وہاں تو یہ حال ہے کہ کھانے پینے کی ذرا کمی ہے باقی الحمد للہ سب کچھ ہے

یہاں کام چور نوالہ حاضر رہنے میں مہارت حاصل تھی وہاں کار آمد نوالہ غائب بن کر زندہ رہنے کا گر سیکھا ہے۔"

اسلم: "(آتے ہوئے) تین سوٹ کیس، ایک اٹیچی۔ ایک ہینڈ بیگ۔ یہی ہے نا سامان۔"

شفقت: "اور کوٹ بھی تھا جو اس تمام سامان سے زیادہ قیمتی ہے۔"

اسلم: "وہ تو یہ رہا مطلب یہ کہ بس اتنے ہی عدد تھے نا۔"

شفقت: "اور نہیں تو کیا چونکہ آپ کے خیال میں ولایت سے آ رہا ہوں لہذا ایک آدھ ٹرک تو ہوتا سامان کا۔ صاحب اتنا ہی سامان بہت سمجھیے ورنہ مجھ کو تو وہاں یہ شعر بہت یاد آیا کرتا تھا کہ

زینتِ انجمنِ دہر کی تفصیل نہ پوچھ
مختصر یہ ہے کہ میں بے سر و ساماں نکلا

نگہت: "مجھے تو حیرت ہو رہی ہے آپ کی باتیں سن سن کر۔"

شفقت: "حیرت ہو رہی ہے؟ میری کس بات پر حیرت ہو رہی ہے۔ میں تو اپنے نزدیک کوئی حیرت والی بات نہیں کر رہا ہوں۔"

اسلم: "حیرت ان لوگوں کو یہ ہو رہی ہے کہ آپ ان کی توقع کے بالکل خلاف ثابت ہو رہے ہو۔ ان کو امید تھی کہ آپ پائپ منہ میں دبائے ہوئے آئیں گے اور بہت زیادہ اخلاق برتیں گے تو کہیں گے۔ ہلو۔ مگر آپ تو اردو کے اشعار تک نہیں بھولے۔"

شفقت: "سبحان اللہ۔ کیا خوب تھا آپ لوگوں کا تصور۔ گویا میں ولایت گیا تھا سیدھے سادے دماغ کو الٹوانے۔ آپ پائپ کو کہہ رہے ہیں اور میں دل ہی دل میں اس بات پر خوش ہوتا ہوا آیا ہوں کہ گھر پہنچ

کر مدت کے بعد پان تو کھانے کو ملے گا۔"

اسلم "پان سے پہلے خدا کے لیے کھانا تو کھا لیجیے۔ میری صحت پر اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے اور ضعف کی وجہ سے عمر کم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔"

شفقت "ضرور ضرور بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے۔ راستہ بھر تصور باندھتا ہوا آیا ہوں کہ میری بیوی نے قیمہ کی روٹیاں پکوائی ہوں گی اور چٹپٹا رائتہ ہوگا ان کے ساتھ کھانے کے لیے۔"

نزہت "گڈ لارڈ۔ میں نے تو خانساماں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی مصالحے کی چیز لنچ پر نہ ہو۔ جسٹ اے منٹ میں ابھی کم سے کم رائتہ کا انتظام کرتی ہوں۔ (خالص انگریزی آواز میں پکارتی ہے)

بیرا ـــــ"

شفقت "الٰہی خیر" ؏

یہ دو دن میں کیسا ماجرا ہو گیا

میں تو تم کو اچھا خاصا چھوڑ کر گیا تھا نزہت"

نزہت "تو کیا ہوا مجھے اچھی خاصی تو ہوں۔"

شفقت "یہ گڈ لارڈ۔ یہ لنچ۔ یہ جسٹ اے منٹ اور سب سے بڑھ کر یہ (نقل اتار کر) بیرا۔"

اسلم "میں تو صاحب یہ کہتا ہوں کہ کمال کا ذہن پایا ہے آپا نے۔ تین سال میں جس قدر انگریزی انہوں نے پڑھی ہے میں تو اس کو جادو کہوں گا۔"

شفقت "وہ تو ٹھیک ہے۔ ان کے انگریزی میں لکھے ہوئے خطوط دیکھ کر میں ولایت میں خوش ہوا کرتا تھا مگر انگریزی پڑھنے اور انگریز بننے میں بڑا فرق ہے۔"

انگریزی پڑھنے کے یہ معنی کب سے ہو گئے کہ پڑھو کم بنو زیادہ - اور
ذرا یہاں تو آنا - اور قریب آؤ نا "

نزہت " توبہ ہے یہ اس بُری طرح مجھے گھور کیوں رہے ہو "

شفقت " گھور نہیں رہا ہوں بالوں پر غور کر رہا ہوں اگر میرا حافظہ آکسفورڈ میں نہیں رہ گیا ہے تو میرا خیال ہے کہ تمہارے بالوں میں تو گھونگر نہ تھا کبھی - یہ کیا ہوا "

نگہت " یہ تو بنوائے ہیں آپا نے "

شفقت " تمام بالوں میں یا صرف ——— ارے ——— یعنی ——— گویا بال بھی کٹ گئے -

نزہت " پورے بالوں پر کرل اتنے اچھے نہیں معلوم ہوتے - بال تو کرانا ہی پڑتا ہے "

شفقت " اے بسا آرزو کہ خاک شدہ "

نگہت " کیوں یہ آپ کو کٹے ہوئے بال پسند نہیں آئے "

نزہت " مسز شہاب نے بال کٹوائے تھے تو میں نے کہا کہ ——— "

شفقت " میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ یہ تم نے اچھا نہیں کیا نزہت "

اسلم " آپ کو تو معلوم ہوتا ہے کہ بےحد صدمہ ہوا ہے جیسے حالانکہ آپ ہی کو ایک چونکا دینے والی خوشی میں مبتلا کرنے کے لیئے آپا نے بالوں کی یہ وضع پسند کی تھی "

شفقت " لیکن آپ کی آپا کو شاید یہ نہیں معلوم تھا کہ یہاں سے سات سمندر پار میری تنہائیوں پر ان کے وہی گھنیرے بال چھائے رہتے

تھے جن کو اب میں دیکھ بھی نہیں سکتا ۔ دن بھر کے مطالعہ کے بعد رات کو جب میں گھر کا تصوّر لیکر آنکھ بند کرتا تھا تو ان کے بالوں کی گھنگھور گھٹائیں میرے تصوّرات میں امنڈتی تھیں اور مجھ کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے میں ان بالوں کی بھینی بھینی خوشبو سونگھ رہا ہوں ۔ مگر خواب کی بکھ الٹی تعبیر ملی !! "

نزہت " ہائے تو مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ولایت میں رہ کر بھی ان ہی مشرقی بالوں کو پسند کرو گے "

شفقت " مجھ پر اگر مشرقی دل آویزی کا تسلط نہ ہوتا تو میں تنہا واپس نہ آتا ۔ اس قسم کے کٹے ہوئے ۔ پیچ و خم کھائے ہوئے ۔ الجھے سلجھے بالوں کی وہاں کمی نہ تھی ۔ البتہ کمی تھی ان حسین بالوں کی جو میری قسمت سے اب یہاں بھی نہیں ہیں "

نگہت " تو کیا ہوا ۔ پھر بڑھ جائیں گے بال ۔ اب آپ اتنے دنوں کے بعد آئے ہیں تو ذرا سے بالوں کے لیے اپنا دل اس طرح میلا نہ کیجیے ۔

شفقت " یہ اچھی اڑھر دینا اسلم میاں مگر رہنے دو اب کیا کروں گا میں پیرس سے ان ہی حسین بالوں کے لیے عجیب عجیب موباف جوڑے کے لیے پھول اور کانٹے خرید کر لایا تھا اور دل ہی دل میں خوش تھا کہ ان بالوں کو طرح طرح سے سجا کر دیکھوں گا "

نزہت " ہائے اللہ اب ہو گیا جو کچھ ہونا تھا مگر یہ بال بڑھ بھی تو سکتے ہیں "

شفقت " ایڑی تک پہنچنے والی چوٹی کے ساتھ یہ بیرحمی کرتے تم کو ترس بھی نہ آیا ۔ یہ کتنی بڑی نعمت خدا نے تم کو دی تھی نزہت "

اسلم :- "لاحول ولاقوۃ شفقت بھائی۔ بس اب ختم کیجئے نا بالوں کے سوگ کو
پھر بڑھ جائیں گے بال"

شفقت :- "وہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ بڑھ جائیں گے مگر سہ

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

نزہت :- "اب مجھ کو زیادہ پشیمان نہ کرو" (رو دیتی ہے)

نگہت :- "لیجئے وہ رو دیں"

شفقت :- "حالانکہ رونا مجھ کو چاہئے تھا"

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

{دور کچھ چیزوں کے گرنے کی آواز اور میر صاحب
ملازمہ کو ڈانٹتے ہیں۔}

میر صاحب "(دور پہ چیختے ہیں) لے جاؤ اسکو۔ دفعہ ہو میرے سامنے سے"

گلشن "(دوڑی ہوئی مائیکروفون کے قریب آتی ہے) ناک میں دم کر رکھا ہے ان میر صاحب نے تو اور بھی۔ ہزار مرتبہ تم سے کہا کہ آنکھیں کھول کر چیزیں دیا کر۔ بال کی کھال نکالتا ہے موا"

کریم "روٹیاں لگی ہیں میر صاحب کو اور تو میں کیا کہوں۔ تو کیا سارے چائے کے برتن توڑ دیئے؟"

گلشن "ارے میرے ہاتھ سے لے کر اچھال دی کہ آدھے ٹیڑھے آدھے بیڑھے برتن کیوں ہیں۔ باقاعدہ سٹ میں چائے کیوں نہیں لائے۔ اللہ کی مار نہ جانے کہاں سے آمرا ہے۔ ہاتھ دھو کے پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔"

کریم "صرف تمہارے ہی نہیں میرے بھی تو پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اللہ جانتا ہے۔

گلشن میں نے اس کو خود دیکھا ہے بازار کے چائے خانہ میں کنڈا ٹوٹی پیالی میں چائے پیتے ہوئے اب دماغ ہی نہیں ملتا۔ ہمارے صاحب نے کبھی آدھی بات بھی نہیں کہی۔"

گلشن "اللہ ان کو رہتی دنیا تک سلامت رکھے۔ ایسے مالک بھی قسمت ہی سے ملتے ہیں۔ مگر یہ تو نگوڑمارا جان کا عذاب ہو گیا ہے۔"

کریم "سچ پوچھو تو اس میں بھی قصور صاحب ہی کا ہے کہ آنکھیں بند کر کے اس کو سیاہ سفید کا مالک بنا دیا ہے اور یہ ٹھہرا کم بخت چھچھورا، زمین پر پیر ہی نہیں رکھتا۔"

گلشن "کل کہہ رہا تھا مجھ سے اگر ہیں نہ ہوں تو اس گھر کا کیا حشر ہو، بیرسٹر صاحب کو تو کوئی فکر ہی نہیں ہے گھر کی اور جب سے میں آگیا ہوں وہ اور بھی بیفکر بن کر رہ گئے ہیں۔

کریم "جی اور کیا بھول گئے وہ دن کہ چیتھڑے لگائے پھرتے تھے اور دن بھر موچی کی خوشامد کرتے تھے تو شام کو وہ قرض پر جوتیاں گانٹھ دیتا تھا۔ دعائیں دیں ہمارے صاحب کو کہ خاک سے پاک کر دیا۔"

گلشن "مگر یہ تو وہ ٹھیک کہتا ہے موا کہ صاحب نے سب کچھ اسی پر چھوڑ رکھا ہے۔ جانے اس نے کون سی پٹی پڑھائی ہے۔"

کریم "وہ تو یہ چاہتا ہے کہ صاحب کو سب بھول ہی جائیں اور اسی کو سب کچھ سمجھیں۔ اکثر دیکھ رہی ہو آجکل ململ کے کرتے ہیں براق جیسے۔ اعلیٰ درجے کے لٹھے کے پاجامے ہیں۔ کلے میں ٹھنسی ہوئی گلوری۔"

گلشن "چپ رہو۔ وہ اسی طرف آرہا ہے موا۔"

میر صاحب "(آتے ہوئے) صاحب یہ تماشہ کیا ہے۔ یہ لنگر ہے جناب کوئی

محتاج خانہ نہیں ہے۔ کوئی یتیم خانہ نہیں ہے۔ میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جب آپ اپنے مالک کے سب عزیز دوست۔ میر تفضل حسین کو۔ میرا مطلب یہ کہ مجھ کو۔ ارے بھئی دوست کہو یا عزیز کہو یا بھائی کہو۔ جو کچھ کہو وہ میں ہی تو ہوں ان کا۔ جب آپ لوگ مجھ کو ان برتنوں میں چائے دیں گے تو دوسروں کا تو گویا خدا ہی حافظ ہے۔ کل وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ بھائی صاحب اگر یہ ملازم مناسب نہ ہوں تو دوسرے رکھ لیجیے۔ مگر میں نے ان سے صاف کہہ دیا ملازم میری مرضی کے مطابق ہیں۔ اور تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ مجھ کو بھی سٹ میں لگا کر چائے نہیں دی جاتی۔"

کریم "صاحب نے خود ہی تو منع کیا تھا کہ گھر کے روزمرہ کے استعمال کے لیے سیٹ نہ نکالے جائیں۔"

میر صاحب "یہ غلط ہے۔ صاحب میرے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ وہ مجھ کو اپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھتے ہیں۔ میرے اشاروں پر چلتے ہیں اور صاحب یہ واقعہ ہے کہ جتنا خیال وہ میرا کرتے ہیں اگر میرا حقیقی چھوٹا بھائی بھی ہوتا تو شاید اتنا ہی خیال کرتا۔ ناممکن ہے جناب کہ بغیر میرے پوچھے کوئی بات تو کرلیں۔ اور صاحب تالی تو دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، میں بھی اگر بچوں کی طرح ان کا خیال نہ رکھوں تو۔

(ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے)

ٹیلیفون آیا ہے شاید۔ ٹھہرو۔ میں خود سنتا ہوں ——— (ریسیور اٹھاکر) ہلو۔ میں بول رہا ہوں میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی ——— جی ——— جی ہاں جی ہاں۔ میں مسٹر عبدالعزیز بار ایٹ لا کے بنگلہ ہی

سے بول رہا ہوں ۔عرض کیا نا کہ میرا نام میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی ہے
میں بیرسٹر ایٹ لا صاحب کا دوست کہیے یا بھڑا بھائی کہیے ، سب کچھ
میں ہی ہوں ــــــ جی ہاں ــــــ جی ہاں ۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہے مجھ
ہی سے فرمائیے ۔ وہ بغیر میرے مشورے کے کچھ نہیں کرتے ــــــ تو
آپ ــــــ تشریف لے آئیں ــــــ جی ــــــ جی ــــــ بس یہاں
آکر پوچھ لیجیے گا میرا نام میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی ــــــ میرا ہر
ایک نوکر آپ کو میرا نام بتا دے گا ۔ اور جناب کا نام نامی اسم گرامی ؟ ـ
جی کیا فرمایا مس فاروقی ــــــ یعنی مس ؟ ــــــ جی ــــــ جی ــــــ تو
آپ تشریف لے آیئے میں انتظار کروں گا آپ کا ــــــ

(ریسیور رکھ کر آواز دیتا ہے) ارے بھئی گلشن ۔ کریم "

گلشن " (آتے ہوئے) مجھے بلایا تھا آپ نے "

میر صاحب " ہاں اور کریم کو بھی ۔ ذرا ان کو بھی بلایئے نا اگر زحمت نہ ہو
تو بلکہ ٹھہر دیں خود بلاتا ہوں ۔ (آواز دیتا ہے) کریم "

کریم " (دور سے) آیا جناب "

میر صاحب " دیکھو بھئی گلشن ۔ مگر خیر ، وہ بھی آ جائیں کریم تو کہوں "

کریم " (آتے ہوئے) مجھے بلایا تھا آپ نے "

میر صاحب " ہاں وہ بات یہ تھی کہ ابھی ایک خاتون آئیں گی ۔ خاتون جانتے
ہو نا ۔ یعنی ایک عورت ہوں گی وہ مس فاروقی ان کا نام ہے وہ میرا نام
لے کر پوچھیں گی کہ میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی کہاں ہیں تو ان کو لے کر
سیدھے میرے کمرے میں آ جانا اور پھر ذرا تمیز سے چائے لے کر آنا ۔
سمجھ گئے ۔

کریم ” جی ہاں میں سمجھ گیا سٹ میں جائے لیکر آؤنگا “

میر صاحب ” میاں گھامڑ ہو تم تو۔ چائے سے مطلب یہ ہے کہ کچھ ناشتہ بھی وہ بہت اونچے طبقہ کی خاتون ہیں میرے خاص مراسم ہیں ان سے بہت بڑے افسر کی بیوی ہیں مگر نہیں وہ تو مس ہیں۔ میرا مطلب یہ کہ بہت بڑے افسر کی بیوی بننے والی ہیں نہایت ادب سے لانا میرے پاس سمجھ گئے “

گلشن ” جی ہاں سمجھ گئی آپ اطمینان رکھیئے “

میر صاحب ” میں جب تک کپڑے بدل لوں تم ان کے آنے کا خیال رکھنا “

(جاتا ہے)

کریم ” آیا وہاں سے ہاپوڑی والا بن کر پاپڑ والا کہیں کا “

گلشن ” اب گیا ہے کپڑے بدلنے۔ خضاب بھی لگائے شاید “

کریم ” جو چاہے کرے نظر آئے گا وہی چڑی مار کا چڑی مار۔ نفرت ہے مجھے اس شخص کی صورت سے مجھ کو تو یہ نظر آتا ہے کہ کسی دن ہو جائیں گے دو دو ہاتھ اس سے۔ کہتا ہے مجھے گھامڑ اور خود نسلوں سے چلا آرہا ہے گھامڑ “

گلشن ” نہ جانے مردود نے کیا جادو کر رکھا ہے “

کریم ” جادو کیا کر رکھا ہے۔ بیچارے شریف آدمی ہیں۔ یہ خود ہی مریں کی طرح آکر چپک گیا ہے۔ خیر صاحب تو کچھ کہیں گے نہیں۔ مگر میں کر دوں گا مرمت اس کی کسی دن “

گلشن ” نہیں تم نہ لگنا اس کے منہ اپنی عزت اپنے ہاتھ “

کریم ” نوکری کی ہے عزت تو بیچی نہیں ہے کہ ایسے ایرے غیرے کی بھی

باتیں سنتے رہیں"

مس فاروقی "(آتے ہوئے) دیکھو بیرا ———— وہ ہیں کیا نام اُن کا میر تفضل حسین صاحب نقاش"

کریم "جی ہاں ہاپوڑی صاحب۔ تشریف لائیے۔ گلشن تم بیگم صاحب کو پہنچادو"

گلشن "آئیے بیگم صاحب وہ اپنے کمرے میں آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں"

میر صاحب "(آتے ہوئے) ارے کوئی ہے۔ کریم ——یعنی — اخاہ آپ؟ آپ مس فاروقی ہیں نا"

مس فاروقی "جی ہاں میرا نام مس فاروقی ہے"

میر صاحب "اور میرا نام میر تفضل حسین نقاش ہاپوڑی ہے تشریف لائیے مجھ کو بے انتہا مسرت ہوئی ہے آپ سے مل کر۔ یعنی آپ کے چہرے پر وہ تمام ذہانت موجود ہے جو ہونا چاہیئے ہر ایک پڑھی لکھی خاتون کے چہرے پر۔ تشریف رکھیے۔ یہ دراصل ایک قسم کا غانۂ بے تکلف ہے۔ تو اب فرمایئے کہ کیسے آنا ہوا"

مس فاروقی "مجھ کو اصل میں ایک مقدمہ کے سلسلے میں بیرسٹر صاحب سے مشورہ کرنا تھا"

میر صاحب "آپ کا مطلب ہے قانونی مشورہ؟ جی ارے کھئی مقدمہ کے سلسلہ میں جو مشورہ ہوگا وہ ظاہر ہے کہ قانونی ہی ہوگا تو کیا ہے وہ مقدمہ"

مس فاروقی "اب میں آپ سے کیا عرض کروں آپ تو بیرسٹر صاحب کو

میرے آنے کی اطلاع کر دیجئے میں ان سے گفتگو کر لوں گی "

میر صاحب " میں آپ سے عرض کروں محترمہ کہ ابھی وہ آئے ہیں کورٹ سے بلکہ ہائی کورٹ سے ۔ صبح سے کھیل تک اڑ کر منہ میں نہیں گئی ہے جب آئے ہیں تو چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں ۔ میں نے تو صاحب بہت ڈانٹا کہ یہ کیا طریقہ ہے ۔ ارے صاحب جان ہے تو جہان ہے ۔ ایسی پریکٹس گئی بھاڑ میں کہ انسان کو نہ کھانے کا ہوش رہے نہ پینے کا ۔ میں نے تو ان سے کہدیا ہے کہ اگر یہی کیفیت رہی تو میں بیرسٹری چھڑوا دونگا ان سے بمشکل تمام تھوڑا سا کچھ کھلا پلا کر زبردستی لٹایا ہے بستر پر کر کمر سیدھی کر لو "

مس فاروقی " تو آپ نے ناحق بلایا مجھ کو اس وقت میں پھر کسی وقت آجاتی "

میر صاحب " میں عرض کروں آپ سے محترمہ شاید آپ کو یہ نہیں معلوم کہ برادرِ عزیز میاں عبد العزیز بار ایٹ لا ۔ بغیر میرے مشورے کے کوئی کام نہیں کرتے "

مس فاروقی " کمال ہے صاحب ۔ میں عرض کر رہی ہوں کہ یہ کوئی نجی کام نہیں بلکہ ایک قانونی مشورہ ہے "

میر صاحب " وہ تو میں سمجھ گیا ۔ مگر آپ کو حیرت ہو گی کہ آں عزیز سعادتمندی کا یہ عالم ہے کہ مقدمات بھی بغیر میرے مشورے کے نہیں لیتے اب رات ہی کا قصہ ہے کہ ایک خون کے مقدمہ کے لیے بحث تیار کر رہے تھے اور قدم قدم پر مجھ سے مشورہ کرتے جاتے تھے "

مس فاروقی " یہ تو صاحب نئے قسم کی وکالت ہے کہ وہ بیرسٹر ہو کر

آپ سے مشورہ کرتے ہیں کیا آپ بھی وکیل ہیں؟"

میر صاحب "حیرت کی سب سے بڑی بات تو یہی ہے محترمہ کہ نہ میں وکیل نہ قانون کے آس پاس مگران کا خیال میرے متعلق یہی ہے کہ میں کچھ قانونی سوجھ بوجھ رکھتا ہوں۔ جتنے مقدمات آتے ہیں پہلے میں معاملات طے کرتا ہوں۔ پھر میں ان کو سمجھا دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ وہ صرف میری بات سمجھتے ہیں۔"

(بیرسٹر صاحب آتے ہوئے)

بیرسٹر صاحب "میں سمجھا تھا آپ کہیں باہر گئے ہیں۔"

میر صاحب "نہیں میں تو یہیں تھا۔ ذرا ان محترمہ سے کچھ گفتگو کر رہا تھا۔ ابھی آیا ایک منٹ میں (مس فاروقی سے) ذرا معاف کیجیے گا ابھی حاضر ہوا۔"

(جاتے ہیں)

بیرسٹر صاحب "(سرگوشی میں) کون ہیں یہ؟"

میر صاحب "تم چلو اپنے کمرے میں میں ابھی آیا ان سے بات کر کے شاید طے ہو جائے۔ ان کو تیار کر رہا ہوں کہ مقدمہ چلا دیں اور تم کو اپنا وکیل بنا لیں۔"

بیرسٹر صاحب "مگر یہ ہیں کون؟"

میر صاحب "میں ابھی ان سے بات کر کے ساری تفصیل بتا دونگا۔ تم چلو نا۔ اپنے کمرے میں (جاتے ہیں، پھر مائیکروفون کے قریب آتے ہوئے) ہاں ہاں میں سب طے کیے لیتا ہوں۔"

مس فاروقی "اگر میں غلطی نہیں کر رہی ہوں تو یہی تھے بیرسٹر صاحب؟"

میر صاحب: "جی ہاں یہی ہیں عزیز القدر میاں عزیر بار ایٹ لا میں نے آپ کا ذکر کیا تھا تو کہنے لگے کہ بھائی صاحب آپ ہی طے کر لیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ مقدمہ کی نوعیت کیا ہے؟"

مس فاروقی: "مقدمہ کی نوعیت یہ ہے کہ"

میر صاحب: "ٹھہریئے میں ذرا چائے منگالوں پھر اطمینان سے بیٹھ کر سنوں"۔

مس فاروقی: "جی نہیں میں چائے نہیں پیونگی"

میر صاحب: "صاحب سخت شکایت ہوگی مجھے۔ بخدا آپ اندازہ نہیں کرسکتیں کہ مجھ کو کس قدر مسرت ہوئی ہے آپ کے یہاں آنے سے، اور میاں عزیز بھی کہیں گے کہ میں نے چائے تک کو نہ پوچھا (آواز دیتا ہے) ارے کریم"

کریم: "(آتے ہوئے) آیا صاحب (قریب آکر) مجھے بلایا"

میر صاحب: "بھئی عجیب بیہودہ ہو تم۔ چائے کے لیے جو کہا تھا"

کریم: "چائے کے لیے تو کہا تھا مگر بیہودہ کیا ہوتا ہے۔ زبان ہی قابو سے باہر ہے"

میر صاحب: "کیا مطلب یعنی یہ تم مجھ سے بات کر رہے ہو میر تفضل حسین نقاشی ہاپوڑی سے۔ مجھ کو تم نے سمجھا کیا ہے"

کریم: "سب کچھ سمجھ چکا ہوں اور بہت غم کھایا۔ ذرا زبان کو لگام دیکر بات کیا کرو۔ وہی مثل کہ منھ لگائی ڈومنی گائے تال بے تال"

میر صاحب: "سخت گستاخ ہو تم۔ نکل جاؤ یہاں سے یعنی یہ مجھ سے بات کر رہے ہو۔ جانتے ہو کون ہوں میں"

کریم: "اجی خوب جانتا ہوں دعا دو صاحب کو ورنہ تم تھے ہی کیا۔ وہی

شل کرے

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

میر صاحب:- ورنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یعنی میری کچھ آبرو ہی نہیں۔ ذرا سن لیجیے مس فاروقی اس پاگل کی بات ابھی بتاتا ہوں تم کو کہ میری آبرو کیا ہے۔ خبر لیتا ہوں تمہارے صاحب کی جن کے تم ملازم ہو۔ ٹھہریے گا ذرا مس فاروقی میں ابھی آیا۔"

•

بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں
پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے

{شنو اپنے کمرے میں پیانو بجا رہی ہے کہ
مسعود گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے}

مسعود:- "(داخل ہوتے ہوئے) شنو! میں نے کہا شنو۔ لاحول ولا قوۃ تم یہاں بیٹھی گا رہی ہو اور وہاں قیامت آ چکی ہے۔"

شنو:- "قیامت۔"

مسعود:- "ہاں ہاں قیامت۔ تمہاری بھابی نے تمام سامان باندھ لیا ہے، میں ہاتھ جوڑ چکا۔ اٹھا بیٹھی کر چکا۔ ناک سے لکیریں کھینچ چکا۔ مگر وہ ایک نہیں سنتیں۔ خدا کے واسطے ان کو سمجھاؤ وہ صرف تمہاری بات مانتی ہیں۔"

شنو:- "مجھے سمجھا تو دیجئے بات کیا ہے آخر۔ سامان باندھ لیا ہے۔ بات نہیں مانتیں۔ میں کچھ نہیں سمجھی آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

مسعود:- "ارے بھئی خدا کے واسطے اس وقت کند ذہن نہ بنو۔ سامان جو ہوتا ہے نا بس وہی باندھ لیا ہے۔ یعنی بکسوں میں کپڑے بند کر لیے

بستر باندھ لیا۔ اور۔ اور مطلب یہ کہ وہ بالکل پابہ رکاب ہیں۔"

شنو: "آخر بات کیا ہوئی۔ کچھ لڑائی ہو گئی ہے آپ سے۔"

مسعود: "ارے بھئی مجھے کوئی کتے نے کاٹا ہے جو خواہ مخواہ لڑنے بیٹھ جاتا۔"

شنو: "تو کیا ان کو کتے نے کاٹ لیا ہے کہ خواہ مخواہ جا رہی ہیں۔"

مسعود: "بھئی لاحول ولاقوۃ۔ اب یہ کتے کے کاٹنے کی تحقیقات بعد میں کرنا فی الحال تو ان کو روکو جا کر۔"

شنو: "مسعود بھائی میں جانے سے کب انکار کر رہی ہوں مگر جا کر کہوں گی کیا؟ کچھ تو مجھے معلوم ہو۔"

مسعود: "جان بوجھ کر انجان بن رہی ہو۔ ارے بھئی بات کیا ہوئی وہی پرانی بات۔"

شنو: "رات کو آپ کس وقت آئے تھے گھر؟"

مسعود: "یہی تو قیامت ہو گئی کہ رات کو پھر میں دو بجے سے پہلے گھر نہ آسکا۔"

شنو: "اور بھابی سے کہہ کر بھی نہ گئے ہوں گے کہ دو بجے واپسی ہو گی۔"

مسعود: "تو کیا میں علم غیب پڑھے ہوئے تھا کہ جب میں نو بجے گھر آنے کے لئے اعجاز کے یہاں سے رخصت ہوں گا تو راستہ میں مجھ کو ریحان اور انعام وغیرہ مل جائیں گے اور وہ زبردستی مجھ کو تاش کھلائیں گے اور بس اتنا ہاروں گا کہ اٹھ نہ سکوں جب تک پائی پائی ختم نہ ہو جائے۔"

شنو: "مسعود بھائی اسی بات پر آپ کو خود معلوم ہے کہ کیسی کیسی تاریخی لڑائیاں ہو چکی ہیں۔ اور کیسی کیسی خوشامد کر کے میں صلح صفائی کرا چکی ہوں اور پرسوں تو میں نے بھابی سے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ یہ آخری موقع ہے اب میں بیچ میں نہ پڑوں گی

مسعود۔ "تو گویا جانے دوں ان کو۔ یاد رکھو شنو کہ اگر وہ چلی گئیں تو پھر ہرگز واپس نہ آئیں گی۔ جانتی ہو ان کی ضد کو۔"

شنو۔ "ان سے زیادہ ضدی تو آپ ہیں کہ آئے دن کے جھگڑے ہو رہے ہیں۔ رنجشیں بڑھ رہی ہیں۔ مگر آپ کی وضعداری میں فرق نہیں آتا۔ وہی آدھی آدھی رات کو واپس آنا اور ہر روز ایک نیا عذر"

مسعود۔ "صاحب یہ لعنت ملامت بعد میں کر لینا مگر اس وقت تو ان کو روکو۔ پرسوں ارشد کی شادی ہے۔ یہ اگر چلی گئیں۔ تو کیسی بدنامی ہوگی۔ میری اور کیا کہتا پھروں گا۔ میں ایک ایک سے"

(دور سے تاج کی چیخنے کی آواز آتی ہے)

تاج۔ "نہیں ملتا ڈرائیور تو ٹیکسی لاؤ۔ ورنہ میں تانگے پر جاتی ہوں"

مسعود۔ "شنو سن رہی ہو۔ میں نے تو اتنا غصہ کرتے ہوئے ان کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ جل تو جلال تو صاحب کمال تو آئی بلا کو ٹال تو"

شنو۔ "بات یہ ہے کہ حد ہوتی ہے نا ہر بات کی۔ آپ نے بھی تو کمال کر رکھا ہے"

مسعود۔ "للہ اس وقت مجھے نہ سمجھاؤ۔ یہ وقت ان کو سمجھانے کا ہے"

شنو۔ "اچھا چلئے میں چلتی ہوں"

مسعود۔ "کون چلے میں؟ نہ بابا۔ مجھ میں اب اتنی جراُت نہیں کہ انکے سامنے جاؤں۔ تم جا کر ذرا پارہ نیچے لاؤ تو میں تو میں بھی آجاؤں گا۔ ورنہ مجھ کو دیکھ کر وہ اور بھی مشتعل ہوں گی"

شنو۔ "آپ کو معلوم نہیں وہ رات بھر مسلسل ٹہلتی رہی ہیں ایک منٹ کے لئے نہیں سوئیں اور ایسی راتیں وہ خدا جانے کتنی گذار چکی ہیں"

مسعود۔ ”دیکھو شنو۔ فرض کرلو کہ میں ان سے جھوٹ بول سکتا ہوں۔ مگر یہ میرا اور تمہارا تو جھوٹ بولنے کا رشتہ نہیں ہے۔ لہٰذا یقین جانو کہ میں آج کے بعد سے اگر نو بجے کے بعد باہر رہوں تو جو چور کی سزا وہ میری مگر اس وقت تم ان کو سمجھا بجھا کر روک لو۔“

شنو۔ ”دیکھئے کوشش کرتی ہوں۔“

(جاتی ہے اور تاج کی آواز قریب آتی جاتی ہے)

تاج۔ ”میلے کپڑے الگ باندھ لو۔ جلدی کرو میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ڈرائیور کو بھی آج ہی مرنا تھا۔“

شنو۔ ”(قریب آکر) یہ سامان کس کا بندھ رہا ہے بھابی۔“

تاج۔ ”میرا ہے سامان (نوکر سے) میں کہتی ہوں جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ۔ یہ چیزا اٹیچی میں رکھو۔ یہ سوٹ کیس میں اور یہ کالے بکس میں۔“

شنو۔ ”مگر ؎

اے جانِ قیس تیرا ارادہ کدھر ہے آج

تاج۔ ”جہنم کی طرف (نوکر سے) بڑے بکس کو بند کر کے سوٹ کیس کے پاس رکھو۔“

شنو۔ ”یا اللہ سیدھے منہ بات ہی نہیں ہو رہی ہے۔ کچھ معلوم تو ہو کہ کہاں کا پروگرام بن گیا ایک دم سے۔“

تاج۔ ”خدا کے فضل سے ابھی میرا میکہ آباد ہے۔ بے وارثی نہیں ہوں کہ یہاں پڑی جوکیاں ارتی کرتی رہوں۔ جب تک برداشت کر سکی پڑی رہی مگر جب پانی سر سے گذر گیا تو ؎

بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

(نوکر سے) غفور جا کر دیکھ ٹیکسی آئی کہ نہیں۔"

شنو: "آخر بات کیا ہوئی بھابی۔ کچھ مسعود بھائی سے ان بن ہو گئی۔"

تاج: "مجھ سے کسی کی ان بن نہیں ہوئی۔ میں ان کی راہ کا کانٹا بن کر رہنا ہی نہیں چاہتی۔ اب وہ شوق سے رات رات بھر گھر کا رُخ نہ ——— کریں۔"

شنو: "بھئی حد کر دی بھائی جان نے بھی۔ تو کیا رات بھر ———"

تاج: "ڈھائی بجے تشریف لائے ہیں۔ انسان ہوں میں بھی۔ کوئی جن نہیں ہوں کہ ساری ساری رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کاٹ دوں۔ اپنی سی ہر کوشش کر کے تھک گئی مگر ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور میں اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔"

شنو: "آپ کیا کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر اس کا علاج یہ تو نہیں ہے کہ آپ گھر چھوڑ کر چلی جائیں۔"

تاج: "صرف یہی علاج ہے میں یہاں رہ کر آخر اپنے کو کب تک جلاؤں۔ کب تک راتوں کی نیند حرام کروں۔ آسمان کے تمام تارے تو گنوا دیئے آپ کے بھیا نے اب آخر کیا چاہتے ہیں۔ میں تو اب ایک منٹ بھی اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔"

شنو: "آپ کا غصہ ٹھیک ہے۔ بھابی مگر طریقۂ کار غلط ہے۔ اس طرح تو آپ اُن کو اور کھلا اپنا ناس مارنے کے لئے آزاد کر دیں گی۔ سزا دیجئے تا ان کو۔ وہ سخت سے سخت سزا کے مستحق ہیں۔"

تاج: "میں کون ہوں سزا دینے والی ان کو پرواہ کب ہے میری (نوکر سے) دیکھ اگر اب بھی ڈرائیور نہ آیا ہو اور ٹیکسی نہ آئی ہو تو تم دو تانگے

پکڑ لو۔ جلدی کرو بس اب"

شنو "میری ایک بات سن لیجئے۔ پھر آپ کو اختیار ہے"

تاج "بس سن چکی تمہاری باتیں بھی۔ اُس روز جب قوالی کی محفل کا بہانہ کرکے رات کے تین بجے آئے ہیں۔ کیسے کیسے وعدے کیئے تھے اور تم نے ان کی طرف سے کیسا کیسا مجھ کو سمجھایا تھا۔ دوسرے ہی دن پھر آدھی رات کو وہی قیامت آئی تھی جب آپ کے بھیا نے فرمایا تھا کہ کسی کے جنازے میں شرکت کے لیئے گئے تھے"

شنو "حالانکہ جن صاحب کا انتقال ہوا تھا وہ دوسرے دن خود ہی ملنے آگئے تھے"

تاج "ایک جھوٹ ہو تو کہا جائے۔ ان کو ہر رات دو تین بجے آنا ہے اور ہر مرتبہ ایک نیا بہانہ تراشنا ہے اور ایک جھوٹ کے لیئے دس ہزار جھوٹ بولنا۔ سچ کہتی ہوں کہ زندگی سراپا جھوٹ بن کر رہ گئی ہے اور مجھ کو تو اب ہر سچ پر جھوٹ کا یقین ہونے لگا ہے"

شنو "یہ ٹھیک ہے بھابی مگر ضرورت اصلاح کی ہے نہ کہ ان کو آپ جا کر اور بھی آزاد چھوڑ دیں گی کہ جو کمی باقی رہ گئی ہے اس کو بھی پورا کرلیں اور ناقابلِ علاج بن جائیں"

تاج "وہ بن چکے ہیں ناقابلِ علاج۔ اب ناممکن ہے اصلاح۔ وہ سنبھل نہیں سکتے۔ یہ گھر میری وجہ سے اب تک قائم تھا اور اب دیکھ لینا کہ کیسا اجڑتا ہے یہ بھرا پرا گھر۔ ان کی صحبت خراب ہو چکی ہے۔ اُن کے دوست ان کے لیئے مقدم ہیں۔ اور ان دوستوں کو میں خوب جانتی ہوں کہ کس قماش کے ہیں۔ ایک سے ایک چھٹا ہوا لوفر، لفنگا، قمار باز"

شنو: "بھابی میں خوب جانتی ہوں اور گلے گلے پانی میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کی ہر شکایت ٹھیک ہے مگر دیکھئے نا۔"

تاج: "اب میں کچھ دیکھنا نہیں چاہتی جو کچھ قسمت کو دکھانا تھا وہ دکھا چکی۔ جو میرے مقدر میں لکھا تھا وہ پورا ہوا۔ جب تک میں برداشت کر سکی برداشت کیا۔ مگر اب میرے لئے ناممکن ہے کہ ضبط کر دل (نوکر سے) کیوں آگئی ٹیکسی۔ اچھا تو اٹھاؤ یہ سوٹ کیس اور یہ بکس اور یہ بستر۔"

شنو: "ٹھہریئے تو سہی۔ میری ایک بات سن لیجئے۔"

تاج: "میں سن چکی تمہاری ہی باتیں سن سن کر آج تک یہ نوبت دیکھنے کو موجود رہی۔ بڑی ذمہ دار بنی تھیں تم اپنے بھیّا کی، روک نہ لیا ان کو چھوڑا نہ دی اُن کی عادت۔"

شنو: "مگر اب وہ سخت نادم ہیں۔ وہ سچے دل سے نادم ہیں۔ ٹھہریئے میں ان کو خود بلاتی ہوں۔ اگر وہ آپ کو مطمئن نہ کرا سکیں تو آپ کو اختیار ہے۔"

تاج: "وہ مجھ کو قیامت تک مطمئن نہیں کرا سکتے۔ ان کے وعدے جھوٹے، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کی ہر شرمندگی وقتی اور غیر مستقل وہ بھلا مجھے کیا مطمئن کریں گے۔"

شنو: "پھر بھی شاید آپ کو وہ یقین دلا سکیں (آواز دے کر) مسعود بھائی میں نے کہا مسعود بھیّا۔"

مسعود: (آتے ہوئے) "آ رہا ہوں ابھی آیا۔"

تاج: "شنو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میں جو طے کر چکی ہوں وہ پتھر کی لکیر ہے۔ میں اب یہاں ہرگز نہ رہوں گی۔"

مسعود: "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ خدا کے لئے کن الفاظ میں آئندہ کے

لیئے وعدہ کروں"

تاج ۔ "جی ہاں الفاظ تک ختم ہو چکے مگر وعدہ خلافیاں ختم نہیں ہوئیں"

مسعود ۔ "مگر مجھ کو بخدا اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ میری کمبختیاں تم کو اس حد تک مجھ سے بیزار کر دیں گی ۔ یہ دن میرا ہی لایا ہوا ہے اور میں سوائے اپنے کسی اور کا قصور نہیں دیکھتا۔"

تاج ۔ "شکریہ آپ کی اس خود نگری کا ۔ مگر شرمندگی کا یہ بہروپ اب مجھے متاثر نہیں کر سکتا ۔ اس سے زیادہ خوبصورت ڈرامائی اور شاعرانہ الفاظ میں پہلے بھی سن چکی ہوں (نوکر سے) اٹھاتا کیوں نہیں سامان کھڑا منہ کیا تک رہا ہے"

مسعود ۔ "میں اور کچھ نہیں کہتا صرف ایک آخری بات یہ کہتا ہوں کہ ہم دونوں کا بہر حال پندرہ برس کا ساتھ ہے ۔ اس دیرینہ ساتھ کا واسطہ دے کر صرف یہ رعایت چاہتا ہوں کہ تم خود مجھ کو وہ الفاظ بتا دو جو میں تم سے کہہ کر تم کو مطمئن کر سکوں"

شنو ۔ "بھابی اب ان الفاظ کے بعد آپ کا دل پسیج جانا چاہیئے"

تاج ۔ "شنو کمال کر رہی ہو تم ۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ یہ قصہ اب تک اس قسم کی اپیلوں کی حدوں میں ہے ۔ میں یہ سب منزلیں سر کیئے بیٹھی ہوں ۔ یہ میٹھے میٹھے الفاظ یہ رقت انگیز مکالمے ۔ یہ آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے جملے ۔ یہ گلوگیر فقرے یہ سسکیاں بھری ہوئی ترکیبیں ، غرض اپنے ترکش کے تمام تیر یہ پہلے ہی آزمائے بیٹھے ہیں ۔ ذرا غور تو کرو یہ ایک ہی قسم کی چھیالیسویں لڑائی ہے"

مسعود ۔ "وہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ"

بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں
پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے

تاج "اور میں کہتی ہوں"

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے

مسعود "کیا ٹھانی ہے خدا کے واسطے اب کچھ اور نہ ٹھان بیٹھنا میں جانتا ہوں تمہاری ضد کو اور دیکھ رہا ہوں تمہارے غصہ کو۔ آخر معلوم تو ہو کر کیا ٹھانی ہے اب"

تاج "ٹھانی یہ ہے کہ میں اب ہرگز یہاں نہیں رہ سکتی"

مسعود "خواہ اب میں اپنے تمام دوستوں کے لئے زندہ درگور ہو کر گھر میں قید ہو جاؤں"

تاج "بلکہ خواہ تمہارے تمام دوست زندہ درگور نہیں بلکہ مردہ درگور ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ تم اپنی عادت سے مجبور ہو۔ تم اسی قسم کے دوسرے دوست پیدا کر لو گے تمہارے لئے نا ممکن ہے کہ گھر میں ٹک سکو"

مسعود "بخدا ممکن ہے میں صرف ایک موقعہ چاہتا ہوں آخری اور قطعی آخری موقع"

شنو "بھابی میری طرف سے آخری سفارش"

تاج "پہلے میں اس گھر سے باہر رہ کر ان کی پشیمانیوں کا اندازہ کرنا چاہتی ہوں۔ اگر واقعی میری جدائی ان کی اصلاح کر سکی تو۔ ع۔

میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں۔

مگر اس وقت میرا ٹھہرنا ممکن نہیں۔ (نوکر سے) غفورا رکھ دیا سامان

اچھا شنو خدا حافظ"

"خدا حافظ بھابی"

(تاج جاتی ہے ایک وقفہ کے بعد)

مسعود "واقعی ۔۔۔

بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں
پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے"

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

(حکیم صاحب داخل ہوتے ہیں)

حکیم صاحب: "میں نے کہا سنتی ہو۔ لو چھوہارے اور یہ ہار اور ذرا برف کا پانی بناؤ۔ پلاؤ کھانے کے بعد بےحد پیاس لگتی ہے۔

بیوی: "ہو گئی رخصت برات"

حکیم صاحب: "رخصتی میں دیر تھی میں تو نکاح کے بعد کھانا کھا کر مرزا صاحب سے اجازت لے کر چلا آیا۔ مگر صاحب آدمی بڑا خوش قسمت ہے بڑا اچھا داماد ملا ہے۔ خاندانی شرافت وغیرہ تو مرزا صاحب جانیں مگر سب سے بڑی بات یہ کہ لڑکا کماؤ ہے۔ ڈھائی سو روپیہ ماہوار کا نوکر۔ ترقی کے امکانات مختصر یہ کہ قسمت والوں ہی کو ایسے داماد ملتے ہیں اور ایک ہم ہیں۔ کیا کر رہے ہیں ہمارے تجمل حسین خاں"

بیوی: "معلوم نہیں کیا کر رہے ہیں مگر یہ اسلم کا نام تجمل حسین خاں کب سے ہو گیا"

حکیم صاحب" بھئی یہ تو غالب کا رکھا ہوا نام ہے کہتے ہیں مرزا غالب
ہمارے اِن داماد بمنزلۂ اولاد کے متعلق کہ ــــ

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

بیوی" میں تو خود ہر وقت اسی فکر میں رہتی ہوں کہ بیکار پڑے پڑے صاحبزادے میں کہیں زنگ نہ لگ جائے ۔ اس کو تو جیسے کوئی فکر ہی نہیں ہے کام کی"

حکیم صاحب" اجی کام کریں ان کے دشمن ۔ جس کو ناز بردار ساس ۔ اور اطاعت گذار بیوی کے علاوہ ایک بیوقوف خسر مل جائے اس کی جوتی کو، کیا غرض پڑی ہے کہ وہ کام کرے ۔ کام تو وہ کرتا ہے جس کو کام نہ کرنے کا سلیقہ ہو اور اس فن کے ہمارے داماد صاحب اپنے زمانے کے استاد سمجھے جاتے تھے ۔ کل گئے تو تھے کسی دفتر میں کچھ پتہ نہیں چلا کہ نتیجہ کیا ہوا شہناز کہاں ہے ذرا بلاؤ تو سہی اسے ـــــ"

بیوی" (آواز دیتے ہوئے) شہناز ذرا اِدھر آنا تمہارے ابا میاں بلا رہے ہیں"

شہناز" (دور کی آواز) آئی ہوں امی جان"

حکیم صاحب" صاحبزادی نے اور بھی چوپٹ کیا ہے میاں کو مارے دلار کے ۔ ارے بھئی ہم بھی تو تھے کسی زمانے میں تمہارے شوہر"

بیوی" لو اور سنو ۔ اب کیا استعفیٰ دے چکے ہو"

حکیم صاحب" میرا مطلب یہ کہ یہ دلار اور یہ چونچلے نہ تو میں نے کبھی ہونے دیئے نہ تم نے کبھی کئے مگر یہ صاحبزادی تو نہ جانے میاں کو کیا سمجھتی ہیں

کہ جب دیکھو تو ہٹو ہو رہی ہے ''

بیوی '' اچھا خیر چپ رہو وہ آ رہی ہے ''

شہناز '' (قریب آتے ہوئے) مجھے بلایا تھا امی جان ''

حکیم صاحب '' میں نے بلایا تھا بیٹی تم کو۔ پوچھنا یہ تھا کہ تمہارے دولھا کل کسی دفتر میں گئے تھے۔ شاید انٹرویو وغیرہ کے سلسلہ میں۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا ''

شہناز '' ابّا جان وہ تو نہایت بیہودہ جگہ تھی ایک قسم کی کلرکی سمجھیے۔ تنخواہ الاؤنس وغیرہ سب ملا کر پونے دو سو کے قریب ہوتی تھی۔ خیر تنخواہ کی تو کوئی بات نہیں مگر کم سے کم عہدہ تو اس قابل ہو کہ وہ قبول کر سکیں ''

حکیم صاحب '' تمہارے نزدیک کیا عہدہ ملنا چاہیئے تمہارے شوہر کو۔ کسی صوبہ کی گورنری۔ کسی فوج کی سپہ سالاری یا آخر کیا ''

شہناز '' میرا مطلب یہ تو نہیں تھا ابّا جان مگر پھر بھی اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ کلرک بن کر بیٹھ رہیں ''

حکیم صاحب '' صاحبزادی آپ کو شاید یہ بات نہیں معلوم کہ آپ کے شوہر ان محکموں کے شوہر نہیں ہیں جہاں ان کو ملازمت مل سکتی ہے۔ آپ کی نظروں میں اپنے شوہر کی جو قدر و منزلت ہے یہ ضروری نہیں کہ وہی قدر و منزلت محکمہ آبادکاری یا محکمہ بندوبست یا محکمۂ جنگلات بھی ان کی کرے اس لیے کہ آپ کے شوہر ان محکموں کے مجازی خدا نہیں۔ وہاں تو ان کو وہی سمجھا جائے گا جو کچھ وہ دراصل ہیں ''

شہناز '' تو آپ کے خیال میں وہ اسی قابل ہیں کہ کلرکی کریں ''

حکیم صاحب۔ '' کچھ نہ کرنے سے کچھ نہ کچھ کرنا بہر حال بہتر ہے۔ مگر میرے

خیال ہیں وہ اب کچھ نہ کریں گے اس لیے کہ تم نے ایک نا عاقبت اندیش بلکہ عاقبت نا اندیش بیوی کی طرح ان کے ذہن نشین یہ بات کر دی ہے کہ وہ انسانیت کی عام سطح سے بلند و بالا کوئی مخلوق واقع ہوئے ہیں۔ تمہاری ماں نے ان کو داماد نہیں بلکہ دیوتا سمجھ کر پوجا۔ اور خود میں نے کچھ ضرورت سے زیادہ شفقت برتی نتیجہ یہ کہ وہ تجمل حسین خاں بن کر رہ گئے۔"

شہناز: "تجمل حسین خاں؟ کیا مطلب —— میں سمجھی نہیں۔"

حکیم صاحب: "غالب کا شعر پڑھا ہے تم نے کبھی کہ ؎

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

غالب کے یہ تجمل حسین خاں تو فرخ آباد کے نواب تھے۔ مگر سچ پوچھو تو دنیا میں بے شمار تجمل حسین خاں پڑے ہوئے ہیں اور ان ہی تجمل حسین خاں میں سے ایک تجمل حسین خاں میاں اسلم بھی واقع ہوئے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے دولت سسرال کا نواب بنا رکھا ہے۔"

شہناز: "اب دیکھئے نا ابا جان اگر یہ باتیں وہ سنیں تو ان کو کس قدر ناگوار ہوں۔ محض اس وجہ سے کہ وہ اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ برسر روزگار نہیں ہیں لہٰذا آپ یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔"

حکیم صاحب: "برسر روزگار نہ ہونا اتفاق کی بات نہیں ہے یہ تو ایک معمول ہوا۔ البتہ اگر وہ ملازم ہو جائیں تو میں اس کو ایک عجیب اتفاق سمجھوں گا۔" دوسری بات یہ ہے صاحبزادی کہ یہ باتیں میں تمہاری دل آزاری یا تمہارے شوہر کی تذلیل کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میرا بھی جی

چاہتا ہے کہ مرزا صاحب کے داماد کی طرح میرا داماد بھی برسرِ روزگار ہو۔
بھائی صاحب کے خویش کی طرح میرا خویش بھی۔

(دروازے پر دستک)

دیکھنا بھئی کون ہے۔"

افضل "آ سکتا ہوں"

بیوی "کون افضل میاں۔ آجاؤ بیٹے"

حکیم صاحب "یادش بخیر۔ ابھی تمہارا نام ہی لیا تھا کہ تم آگئے۔ بڑی عمر ہو۔ اخاہ خورشید بیٹی بھی ہے۔ آجاؤ تم اِدھر افضل میاں میرے پاس نکل آؤ"

افضل "اسلم بھائی کہاں ہیں"

حکیم صاحب "اپنے کمرے میں یا تو سو رہے ہیں، ورنہ کوئی ناول پڑھ رہے ہوں گے"

شہناز "جی نہیں وہ کچھ لکھ رہے تھے"

حکیم صاحب "ہاں لکھتے بھی ہیں کبھی کبھی۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کیا لکھتے ہیں۔ بہرحال آج تم کیسے بھول پڑے افضل میاں"

افضل "بات یہ ہے چچا میاں کہ میرا تبادلہ ہو گیا ہے اور آج شام کو میں کراچی جا رہا ہوں سلام کرنے اور رخصت ہونے کو حاضر ہوا تھا"

حکیم صاحب "اچھا تو کیا خورشید تم بھی جا رہی ہو بیٹی"

خورشید "میں تو جانا چاہتی تھی مگر یہ نہیں لیے جا رہے ہیں"

افضل "میں اس لیے نہیں لے جا رہا ہوں کہ فی الحال مکان کا کوئی ٹھیک نہیں ہے میں تو خیر کہیں نہ کہیں ٹھہر جاؤں گا جا کر اور کچھ نہ کچھ بندوبست کر لوں گا۔

کھانے پینے کا مگر یہ جائیں گی تو ان کو تکلیف ہو گی۔"

حکیم صاحب "معقول نہایت معقول بات ہے۔ اچھا تو برخوردار کچھ ترقی پر جا رہے ہو یا معمولی تبادلہ ہے"

خورشید "جی ابھی تو گزیٹڈ پوسٹ پر جا رہے ہیں۔ مگر کام بڑی محنت کا ہے یوں ہی محنت کیا کم تھی دن بھر کے بعد دفتر سے آتے تھے تو بکس بھر کر فائلیں گھر پر بھی لاتے تھے"

افضل "میں تو محنت کا عادی ہو چکا ہوں بلکہ اگر کام ہلکا ہو جاتا ہے تو میری طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ مجھ سے خالی نہیں بیٹھا جاتا"

حکیم صاحب "میاں خالی بیٹھنا بھی کوئی بچوں کا کھیل ہے۔ یہ بھی ایک فن ہے اور زندگی بھر ریاض کرنے کے بعد اس فن میں لوگ مہارت حاصل کرتے ہیں"

بیوی "میں کہتی ہوں تمہاری زبان کسی طرح مانتی ہی نہیں"

شہناز "کہنے دیجیے امی جان، یہ ان کی سزا ہے کہ اس قسم کی باتیں ان کے متعلق کہی جاتی ہیں۔ وہ اسی کے مستحق ہیں"

خورشید "کس کا ذکر ہے آپا۔ اسلم بھائی کا"

افضل "ہاں خوب یاد آیا۔ کیا ہوا اسلم بھائی کا سنا ہے انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ میں کوئی جگہ ان کو ملنے والی تھی"

حکیم صاحب "جی ہاں اس جگہ نے لاکھ لاکھ کہا کہ اسلم صاحب مجھ کو قبول کر لیجیے مگر اسلم صاحب نے فرمایا کہ

بروایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانے

افضل ”مجھے تو خود حیرت ہوئی تھی کہ اسلم بھائی اس جگہ کے امیدوار کیونکر ہو گئے ان کا ایسا قابل آدمی تو اس سے کہیں اونچی جگہ کا مستحق ہے۔ اس قابلیت کے لوگ ملتے کہاں ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک رسالہ میں اسلم بھائی کا مضمون میں نے پڑھا تو جھوم جھوم اٹھا میں تو۔“

حکیم صاحب ”اچھا یعنی مضمون چھپا تھا ان کا کوئی۔ لیجئے وہ تشریف لا رہے ہیں۔“

افضل ”(بلند آواز سے) آداب عرض کرتا ہوں اسلم بھائی۔“

خورشید ”تسلیم اسلم بھائی۔ مزاج تو اچھا ہے۔“

اسلم ”آپ لوگ کب تشریف لائے مجھے تو خبر ہی نہ ہوئی۔“

افضل ”ابھی حاضر ہوئے ہیں ہم لوگ۔ میرا تبادلہ ہو گیا ہے کراچی ملنے اور رخصت ہونے حاضر ہوا تھا۔“

اسلم ”ہاں وہ تو میں نے گزٹ میں دیکھ لیا تھا بلکہ میں مبارکباد دینے جانے ہی والا تھا مگر کچھ اپنے ہی جھگڑوں میں الجھا رہا۔“

افضل ”کیا ہوا وہ انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کا معاملہ۔“

اسلم ”وہ تو غلط قسم کی جگہ تھی میں کچھ اور سمجھ کر انٹرویو میں گیا تھا۔ مگر وہ جگہ نکلی کچھ اور۔ البتہ سنٹرل کالج کیلئے پرنسپل کی جو ضرورت ہے وہ ذرا میرے ذوق کی جگہ ہے۔“

حکیم صاحب ”یعنی اب آپ پرنسپل ہو جائیں گے۔ بھئی میں نے تو سنا تھا کہ اس قسم کی جگہ بہت ہی پڑھے لکھے لوگوں کو دی جاتی ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ آخر اتنے اونچے اونچے خیالی قلعے تعمیر ہی کیوں کیے جائیں۔ بر زمانہ تو وہ ہے کہ جس کو جس قسم کی جگہ ذرا پھیر جمانے کو مل جائے وہ اسی

کو غنیمت سمجھے۔"

(فضل) "مگر اسلم بھائی کے لیے تو واقعی محکمۂ تعلیمات ہی سب سے زیادہ مناسب جگہ ہے۔"

(حکیم صاحب) "ہوگی مناسب جگہ یقیناً ہوگی مگر بام عروج تک پہنچنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے زینہ سے اوپر چڑھا جائے یہ نہیں کہ پہلا ہی قدم آخری بلندی کی طرف اٹھایا جائے۔ اب میری ہی مثال لے لیجیے۔ آج میں بفضلِ خدا مانا ہوا طبیب سمجھا جاتا ہوں۔ مگر ابتدا کیا تھی میری یہ شاید کسی کو نہیں معلوم۔ ایک معمولی سا عطار تھا۔ پڑیاں باندھا کرتا تھا ایک دوا فروش کی دکان پر منشی اور خبازی کی۔ رفتہ رفتہ خود چھوٹی سی دکان کھول لی۔ پھر ایک آدھ نسخہ بھی لکھنے لگا اور ہوتے ہوتے نوبت بہ اینجا رسید کہ اب مطب کرتا ہوں اور شہر بھر کے عطار میرے دست نگر بھی ہیں اور چشم نگر بھی۔"

(فضل) "یہ تو درست ہے مگر اسلم بھائی کے پاس تعلیمات کی اونچی سے اونچی ڈگری موجود ہے۔"

(حکیم صاحب) "میاں وہ مثل سنی ہے تم نے اونچی دکان پھیکا پکوان۔ صاحب چاہے ہمارے برخوردار برا مانیں مگر میں بھی چپ رہنے والا نہیں ہوں۔ ان کے پاس خواہ کتنی ہی ڈگریاں کیوں نہ ہوں مگر یہ آرام طلب بلکہ صاف صاف کیوں نہ کہوں اس قدر سست اور کاہل واقع ہوئے ہیں کہ محنت ان کے امکان میں نہیں۔ دوسرے ان کو اپنے متعلق غلط فہمی بھی ہے اور یہ خود غلط ہو کر رہ گئے ہیں۔"

(اسلم) "آپ کی یہ تمام شکایت دور ہو جائیں گی جب مجھ کو کوئی جگہ مل جائیگی۔"

مگر اس طرح مشتعل ہو کر میں اپنی فن سے گری ہوئی کوئی جگہ گھبرا کر قبول کرلوں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔"

شہناز۔" مگر اب آپ کو یہی کرنا پڑے گا اور اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں کچھ کروں۔"

(دروازے پر دستک)

حکیم صاحب۔ "(بلند آواز سے) آرہا ہوں بھئی۔ غالباً کوئی بے وقت بیمار ہوا ہے۔ ابھی آیا بھئی ہیں۔"

(جاتے ہیں)

بیوی۔" تم بھی کمال کرتی ہو بیٹی۔ ان کی بات پر برا مانتی ہو۔ یہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں سب تمہارے ہی بھلے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ (البتہ بات کرنے کا طریقہ ان کو نہیں آتا۔"

افضل۔" دوسرے وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اسلم بھائی دراصل کن صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

اسلم۔ "برا ماننا چاہیے مجھ کو مگر برہم ہوتی ہیں آپ۔ اگر ابا جان سمجھ بوجھ کر ایسی باتیں کریں تو ایک بات بھی ہے۔"

شہناز۔" ابا جان کو آپ سے زیادہ میں جانتی ہوں اور اب اس کہاوت کی سچائی مجھ کو کھائے جاتی ہے کہ سسرال کے گھر جنوائی کتا۔"

بیوی۔" ہائے غضب۔ یہ کیا بکتی چلی جا رہی ہو شہناز۔"

حکیم صاحب۔" (آتے ہوئے) بھئی یہ تمہارے نام ایک چپراسی خط لایا ہے اسلم میاں۔"

اسلم۔ "یہ تو سنٹرل کالج کا لفافہ معلوم ہوتا ہے۔ (لفافہ کھول کر) مجلس انتظامیہ

نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو مشاہرۃ آٹھ سو روپیہ ماہوار کالج کا پرنسپل
مقرر کر دیا گیا ہے۔ آپ جلد سے جلد اپنے عہدے کا چارج لے لیں اور
پرنسپلس لاج میں قیام کے لیے تشریف لے آئیں۔"

م صاحب۔ "میاں افضل ذرا تم پڑھ کر سناؤ مجھے یہ خط۔"

ل۔ "اب سنانا کیا مٹھائی منگوا لیجئے ابھی۔ اب اسلم بھائی اپنی صحیح جگہ پہ
پہنچے ہیں معقول تنخواہ رہنے کو فرنشڈ بنگلہ۔ حکومت۔ اقتدار سب ہی کچھ
تو مل گیا۔ عیش ہی عیش ہے۔"

م صاحب۔ "واقعی برخوردار تم تو سچ مچ تجمل حسین خاں ثابت ہوئے
میاں وہ کہا ہے نا غالب نے ؎

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

شید۔ "شہناز آپا کہاں چل دیں۔"

"وہ نماز پڑھ رہی ہے۔ اللہ نے اس کے دن پھیر دیے۔"

م صاحب۔ "مجھ کو یقین تھا کہ میں جو اسلم کو تجمل حسین خاں کہتا ہوں تو یہ
تجمل حسین خان بن کر رہیں گے۔"
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے۔"

بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے
خامہ نخلِ رطب فشاں ہو جائے

(موٹر کے آکر ٹھہرنے اور ہارن دینے کی آواز)

نزہت :- "آپا —— رخشاں آپا —— کار آئی ہے۔ شاید سہیل صاحب آ گئے۔"

رخشاں :- "تو میں کیا کروں۔ تم جا کر ڈرائنگ روم بٹھا دو اور ابا جان کو اطلاع کر دو۔"

نزہت :- "ابا جان سے پہلے آپ ان سے مل لیجیے ورنہ سارا قصہ گڑبڑ ہو جائے گا۔

رخشاں :- "خیر میں بھی مل لوں گی تم ان کو بٹھاؤ تو سہی۔"

(پھر موٹر کا ہارن بجتا ہے)

نزہت :- "وہ خود ہی ہارن بجا بجا کر ابا جان کو خبر کر دیں گے۔ توبہ ہے نہ جانے سینڈل کیوں مسہری کے نیچے گھس گئی۔"

رخشاں :- "میری سینڈل پہن لو مگر جاؤ کسی طرح نزہت۔"

نزہت :- "جاتے ہی جاتے تو جاؤں گی۔"

(جاتی ہے کچھ وقفہ)

سہیل "ہلو۔ نزہت بی بی ہیں۔ السلام علیکم۔"

نزہت "تشریف لائیے نا۔ آج تو آپ واقعی معلوم ہوتا ہے تصویر کھنچوانے آئے ہوئے ہیں خوب ہے یہ ٹائی اور رومال تو کیا کہنا۔ ٹھہرئیے میں لہسن پیاز کے چھلکے اٹھالاؤں نظر اتارنے کو۔"

سہیل "خیر اس شرارت سے پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی آپا کہاں ہیں۔"

نزہت "آپا؟ آپ کو آپا سے ملنا ہے۔ کارڈ ہے آپ کے پاس۔ میرا مطلب ہے راشن کارڈ نہیں وزیٹنگ کارڈ۔"

سہیل "میں چاہتا ہوں کہ شیخ صاحب قبلہ سے ملنے سے پہلے آپ کی آپا سے کچھ آخری ہدایات لے لوں۔"

نزہت "اس سوٹ میں آپ کو گرمی نہیں لگ رہی ہے۔ کپڑا تو بہت شاندار ہے اور سلا ہوا بھی خوب ہے۔ مگر آج میں نے کیلنڈر میں دیکھا تھا کہ ابھی تو صرف جولائی ہے اور آپ کا سوٹ کہہ رہا ہے دسمبر ہے۔"

سہیل "بات یہ ہے کہ مجھے آج ہی مری جانا ہے۔"

نزہت "اچھا تو سلک وغیرہ کے ٹھنڈے سوٹ وہاں کے لئے رکھے ہونگے۔ ٹھیک ہے اب سمجھ گئی میں۔"

سہیل "لاحول ولاقوۃ۔"

نزہت "توبہ ہے اس طرح لاحول پڑھا آپ نے کہ میں سمجھی آپا آگئی ہیں۔ اچھا ٹھہرئیے میں ان کو بھیجے دیتی ہوں۔ بات یہ ہے سہیل بھائی کہ وہ تو خود آنا چاہتی ہوں گی مگر ان کی سینڈل میں پہن آئی ہوں۔ اب میں جاؤں تو وہ آئیں۔"

سہیل :- "کرم نوازش۔ مہربانی۔ کسی طرح آپ کو خیال تو آیا ان کو بھیجنے کا۔"

نزہت :- "پنکھا کھول دوں؟ مگر توبہ مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ آپ تو یونہی گرم سوٹ پہنے ہیں۔ اچھا آپ یہ رسالہ پڑھیے۔ میں جب تک ان کو بھیجوں۔"

(جاتی ہے ــــــ کچھ وقفہ)

سہیل :- (زیرِ لب) توبہ ہے کس قیامت کی گرمی ہے۔ اور پنکھا بھی اس شریر نے نہ کھولا (رخشاں داخل ہوتی ہے) ایں۔ آداب بجالاتا ہوں۔"

رخشاں :- "تسلیم۔ کیسی طبیعت ہے آپ کی۔"

سہیل :- "اچھا تو ہوں۔ کیوں؟"

رخشاں :- "نزہت کہہ رہی تھی کہ آپ گرم سوٹ پہنے ہیں اور پنکھا کھولنے کو منع کیا ہے۔"

سہیل :- (ہنس کر) شریر کہیں کی بڑی جھوٹی ہے۔"

رخشاں :- "عجیب جھوٹ بولی ہے وہ جس کی سچائی میں خود دیکھ رہی ہوں۔ پنکھا بند ہے سوٹ گرم ہے۔"

سہیل :- "خیر چھوڑیئے اس قصہ کو۔ یہ بتائیے کہ مجھ کو شیخ صاحب قبلہ نے طلب کیا ہے تو کس قسم کی باتیں مجھ سے پوچھی جائیں گی، کیا جواب دینا چاہیئے مجھ کو ان کے ہر سوال کا کس قسم کی باتیں وہ ناپسند فرماتے ہیں کس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو رہنمائی کرنا چاہیئے آپ کو بھی۔"

رخشاں :- "آپ چاہتے ہیں کہ میں پرچہ آؤٹ کر دوں۔ یہ ایمانداری کی بات

تو نہیں ہے۔ خیر میں اتنا بتائے دیتی ہوں کہ آم منگائے گئے ہیں آپ کے لیئے طرح طرح کے۔"

سہیل "آم؟ یہ کون پوچھ رہا ہے آپ سے۔ میں تو یہ پوچھ رہا ہوں کہ مجھ سے باتیں کس قسم کی ہوں گی۔"

رخشاں "زیادہ تر آموں کے متعلق۔"

سہیل۔ "رخشاں میں بیحد سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ اس لیئے کہ مجھ کو شیخ صاحب قبلہ کے معیار انتخاب کا اندازہ نہیں ہے۔ دو چار موٹی موٹی باتیں تو ظاہر ہیں کہ خاندانی حالات دریافت کریں گے۔"

رخشاں "جی نہیں۔ اس کے متعلق وہ تحقیقات کر چکے ہیں۔ یہ بات شخص متعلق سے نہیں غیر متعلق لوگوں سے پوچھی جاتی ہے۔"

سہیل "مثلاً تعلیمی حالت پوچھ سکتے ہیں کہ کس سنہ میں گریجویٹ ہوئے۔"

رخشاں "معاف کیجئے گا دامادی نہ کوئی عہدہ ہے نہ میں کوئی ملازمت ہوں جس کے لیئے درخواست کے ساتھ سارٹیفکٹس کی نقل لگانا ضروری ہو۔"

سہیل "پھر آخر کس قسم کی باتوں کی امید ہے۔"

رخشاں "بتایا تو آموں کے متعلق باتیں ہوں گی۔"

سہیل "پھر وہی آم۔ یہ آخر کیا مذاق ہے؟"

رخشاں "یہ مذاق نہیں بلکہ بیحد سنجیدہ بات ہے۔ اب اس کا تو میرے پاس کوئی علاج ہی نہیں کہ آپ اس کو مذاق سمجھ رہے ہیں۔ دیکھیئے جہاں تک خاندانی حالات اور ذاتی شرافت کا سوال ہے اس کے متعلق ابا جان پوری تحقیقات کر کے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ آپ کو ملنے

کی یہ زحمت دی گئی ہے اگر اس طرف سے مطمئن نہ ہوتے تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔"

سہیل "اچھا یعنی اس طرف سے مطمئن ہیں۔"

رخشاں "جی ہاں، رہ گئی تعلیمی حالت وہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے ان کو معلوم ہے کہ وکالت اردو مڈل پاس کر کے نہیں کی جاتی۔ اب لے دے کر ان کو یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس حد تک مہذب کتنے حق گو، کس حد تک ایماندار ہیں۔ اور عام بات چیت اور نشست و برخاست میں آپ کا معیار زندگی کیا ہے۔ بس اسی کے لیے آم منگائے گئے ہیں۔"

سہیل "یہ بات وہ بات اور پھر آم۔ یہ آموں آخر کیا تک ہے۔"

رخشاں "آموں کی یہ تک ہے کہ ابا جان آم کھلا کر یہ اندازہ کیا کرتے ہیں کہ کھانے والا کس کلاس کا انسان ہے۔ اس میں سلیقہ کی مقدار کیا ہے۔ وہ کس حد تک خوش مذاق ہے۔ اس کے ذوق سلیم کا معیار کیا ہے۔ وہ کتنا مہذب ہے اور وہ بحیثیت مجموعی اس قابل ہے کہ نہیں کہ ان کا داماد بن سکے۔"

سہیل "یعنی واقعی؟ کیا سچ مچ وہ آموں کے سلسلہ میں اس قدر سنجیدہ ہیں۔ تو مجھے آموں کے سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے۔"

رخشاں "یہ تو آپ جانیں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیئے۔ بہر حال ابا جان کا خیال یہ ہے کہ اچھے قسم کے آم دیکھ کر عام سطحی آدمی مشکل سے لئے دیئے رہ سکتا ہے۔"

سہیل "خیر اس طرف سے تو آپ اطمینان رکھیے میں آنکھ بھر کر بھی نہ

دیکھونگا آموں کی طرف "

رخشاں ۔ "کہیں ایسا غضب بھی نہ کیجئے گا۔ وہ سمجھیں گے کہ بینائی میں کوئی خرابی ہے اور اگر یہ یقین ہو گیا کہ آپ دیکھ بھال کر آموں سے بے رخی اور اور بے اعتنائی برت رہے ہیں تو وہ آپ کو یا تو کور ذوق سمجھ کر نا منظور کردیں گے یا منافق سمجھیں گے "

سہیل ۔ "پھر ـــ پھر ـــ ؟ تو گویا مجھ کو میانہ روی سے کام لینا چاہیئے کہ نہ اس طرح آموں پر ٹوٹوں گویا کبھی دیکھے ہی نہ تھے نہ ایسی بے رخی برتوں کہ گویا اب نہیں دیکھ رہا ہوں "

رخشاں ۔ "جی ہاں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کی عام معلومات کا امتحان آموں ہی کے سلسلہ میں لیا جائے گا کہ بتایئے یہ کونسا آم ہے اور بتایئے اس آم کا کیا نام ہے اور کس خاندان سے متعلق ہے "

سہیل ۔ "بھئی یہ تو بڑی مشکل بات ہے میرے تو فرشتوں کو بھی آموں کے متعلق یہ خبر نہیں "

رخشاں ۔ "میں آپ کو بتائے دیتی ہوں۔ ایک دبلا پتلا لمبا سا آم ہے اس کا نام ہے دسہری۔ ملیح آباد اس کا ددھیال اور سندیلہ اس کا ننھیال ہے۔ پتلی، بھینی بھینی خوشبو، بے ریشہ قلمی آم ہے اور ثمر بہشت کے بعد سب آموں سے افضل ہے "

سہیل ۔ "یہ گویا ایک قسم ہوئی۔ توبہ ہے صاحب اور بھلا کتنی قسم کے ہونگے آم "

رخشاں ۔ "سنتے جایئے۔ دوسرا آم ہے سبز رنگ کا نہ لمبا نہ پستہ قد گولائی لیے ہوئے۔ اس کا نام ہے لنگڑا۔ بنارس اس کا وطن ہے مگر اب

پاکستان میں بھی ہجرت کر کے آگیا ہے۔ بیحد شیریں۔ اور غذائیت کے اعتبار سے ذرا وزنی آم ہوتا ہے۔"

سہیل: "بنارس وطن۔ نام لنگڑا۔ مزہ شیریں، یہ چوسا جاتا ہے یا کاٹا جاتا ہے۔"

رخشاں: "قلمی آم ہے پر بھی تخمی آموں میں ایک نازک سے چھلکے کا سنہری رنگ کی زردی لیئے ہوئے آم ہے۔ اس کو انگبین بھی کہتے ہیں۔ اور جام جم بھی۔ پتلا رس۔ نازک چھلکا چھوٹی گٹھلی ——— چوسا جاتا ہے۔"

(شیخ صاحب کی آواز آتی ہے)

شیخ صاحب: "میاں شکو آموں کا پانی بدل دو۔"

رخشاں: "میں چلی ابا جان آرہے ہیں اسی طرف۔"

سہیل: "اور کون کون سے آم ہیں۔"

رخشاں: "دو چار قسمیں اور ہیں۔ احتیاط سے کھایئے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

(بھاگتی ہے)

سہیل: "مگر ——— سنو تو ——— چلی گئیں ——— پہلا آم تھا سہری۔ وطن بنارس۔ بیچتے ہیں ہمیں بنارس ہیں۔ لنگڑے کے بعد ملیح آباد۔"

(شیخ صاحب آتے ہوئے)

شیخ صاحب: "السلام علیکم۔ تشریف رکھیئے۔ آپ ہی کا اسم مبارک سہیل صاحب ہے۔ یہ تو ایک ستارہ ہوا کرتا ہے بہر حال ع

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

سہیل: "خوب فرمایا آپ نے۔"

شیخ صاحب:" یہ میں نے نہیں فرمایا ہے۔ علامہ اقبالؒ کا فرمودہ ہے۔ بھئی اندر چلو یہاں محفل نہیں جم سکتی۔ یہ ڈرائینگ روم قسم کی چیزیں ہمارے مزاج سے اس قدر مختلف ہیں کہ اب مثلاً آم ہی نہیں کھا سکتے یہاں ——"

سہیل:" بجا ارشاد ہوا۔ لیڈی کرزن نے بھی آموں کے متعلق یہی لکھا ہے کہ دنیا کا بہترین پھل ہے مگر غسل خانہ میں کھانا چاہیئے۔"

شیخ صاحب:" یہ کیا بات ہوئی۔ یہ مہمل حوالہ دیا ہے آپ نے، لیڈی کرزن بھلا آموں کو کیا سمجھ سکتی تھیں۔ یہ تو بالکل ایسی بات ہوئی کہ جیسے آپ مجھ سے کہیں کہ مرزا غالب نے چاکلیٹ کے متعلق ایک نظم کہی ہے۔ بہر حال تشریف لائیے۔"

(دونوں جاتے ہیں۔ پس پردہ دبی ہوئی ہنسی کے ساتھ)

نزہت:" بیچارے سخت پریشان ہیں۔"

درخشاں:" پریشان ہونے کی بات ہی ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔"

نزہت:" اس طرح ساتھ جا رہے ہیں جیسے سچ مچ کچہری میں جائے کوئی۔"

(شیخ صاحب باتیں کرتے ہوئے قریب آتے ہیں)

شیخ صاحب:" کہہ دیا آپ نے لیڈی کرزن نے یہ کہا ہے۔ بہر حال تشریف رکھیے کیا خیال ہے آپ کا کس آم سے ابتدا کرنا چاہیئے۔"

سہیل:" جی میرا تو خیال یہ ہے کہ آموں کے سلسلہ میں ابتدا انتہا کا کوئی

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا "

شیخ صاحب: "جی ہاں بعض اہلِ ذوق یہ بھی کہتے ہیں مگر باقاعدگی اسی میں ہے کہ پہلے قلمی آم کھائے جائیں تاکہ معدے کو کام کرنے کا زیادہ موقع ملے۔ تخمی آم تو خود تحلیل شدہ ہوتے ہیں معدہ انکو سر آنکھوں پر بھی جگہ دے سکتا ہے مگر قلمی آموں میں آپ مقدم اور موخر کی ترتیب کیا رکھتے ہیں "

سہیل: "مشاعرے والی ترتیب کر اساتذہ بعد میں "

شیخ صاحب: "خوب کہا آپ نے خوب۔ اچھا آپ ہی کاٹیے۔ یہ لیجیے چھری یہ رہی طشتری اور مختلف کالنسوں میں مختلف آم ہیں بسم اللہ۔ پہلے آپ پری وش کاٹیے "

سہیل: "جی ؟ —— پری —— کون ؟"

شیخ صاحب: "صاحب پری دش کہہ رہا تھا میں۔ وہ ہے تیسرے کالنسے میں "

سہیل: "اچھا۔ اچھا۔ پری وش۔ خوب ہوتا ہے یہ بھی "

شیخ صاحب: "ایں یہ کیا ؟ یہ کونسا نکال لیا آپ نے۔ کونسا آم ہے "

سہیل: "جی پری دش فرمایا تھا آپ نے "

شیخ صاحب: "کیا خوب گویا میں نے کہا تھا تو یہ پری وش ہو گیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ دسہری اور پری دش دونوں نہیں جانتے "

سہیل: "جی نہیں دسہری تو جانتا ہوں۔ دبلا پتلا لمبا سا آم۔ نام دسہری وطن بنارس "

شیخ صاحب: "ایں ؟ —— وطن بنارس۔ میاں دسہری کا وطن بتاتے ہو۔ ناواقفیت کی بھی حد ہے۔ استغفراللہ۔ چھوڑو اسے میں کاٹتا ہوں۔

بھئی یہ تو انتہا ہے بے خبری کی۔ یہ لیجیے نوش فرمائیے۔

سہیل ۔ "سبحان اللہ کیا کہنا ہے"

شیخ صاحب "خوب ہوتا ہے یہ آم بھی (دکھا کر) آخ تھو ——— یعنی آپ نے اس کی تعریف کی تھی۔ یہ چوٹ کھایا ہوا آم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہیں گرا ہے اور شرینی کے ریشے زخمی ہو کر منتشر ہو گئے ہیں ذائقہ میں وہ ربط اور تنظیم باقی نہیں ہے جو دسہری کی روح ہے۔ آپ کے بس کی یہ چیز نہیں۔ آپ تخمی کھائیں۔ یہ لیجیے۔

سہیل "شکریہ"

شیخ صاحب "اس کو پہلے نرم اور سبک گرفت سے گھلائیے

لاحول ولا قوۃ۔ میاں یہ کیا کر رہے ہو۔ سارا سوٹ خراب کر لیا۔ رس چھلکا پھاڑ کر نیچے سے نکل گیا۔ تشریف لے جائیے وہ ہے سامنے غسلخانہ ——— توبہ ——— آم کھانے کا بھی سلیقہ نہیں، آپ کے لیے سچ کہا تھا لیڈی کرزن نے کہ غسل خانے میں آم کھایا کیجیے۔ وہ ہے غسل خانہ"

سہیل "میں ابھی حاضر ہوا۔ (جاتا ہے)

شیخ صاحب " میاں شکور یہ صاحب غسلخانہ سے باہر آئیں تو کہنا کہ میں باہر جا رہا ہوں۔ ایسے لوگ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ آم کھانے کا سلیقہ نہیں چلے ہیں شادی کرنے میری لڑکی سے توبہ ——— شش۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ایک بوڑھے کے مسلسل کھانسنے کی کمزور آواز
معلوم ہوتا ہے جیسے دمے کا مریض۔ کہ
اتنے میں کچھ لڑکے لڑکیاں ہنستے ہوئے
(داخل ہوتے ہیں)

نازلی:- "تسلیم دادا میاں۔"
شاذلی:- "آداب دادا میاں۔"
اسلم:- "دادا میاں آداب عرض۔"
دادا میاں:- "خدا تم سب کو مناسب وقت تک زندہ سلامت رکھے۔"
نازلی:- "یہ کیا بات ہے دادا میاں آپ ہمیشہ یہی دعا دیتے ہیں کہ خدا تمہیں مناسب وقت تک زندہ سلامت رکھے۔"
اسلم:- "یہ مناسب وقت میری سمجھ میں کبھی نہیں آیا۔"
شاذلی:- "(بلند آواز سے) مناسب وقت سے آپکا کیا مطلب ہے دادا میاں۔"
دادا میاں:- "مناسب وقت یہی کہ خدا نہ کرے تم پر وہ وقت آئے کہ مرنا چاہو

اور مرنہ سکو۔ اب دیکھ بوجھ کو کس قدر نامناسب طریقہ پر زندہ ہوں وجہ
یہ کہ والدین نے دیدی ہوگی علی الحساب کوئی دعا کہ رہتی دنیا تک
سلامت رہو۔ یا یہ

تم سلامت رہو ہزار برس

اسلم :۔ اور۔ ۶۔

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

دادامیاں :۔ جی ہاں اب ذرا غور تو کیجئے کہ دعا ہے یا بد دعا۔ یعنی ہزار برس
تو یوں ہی زندہ رہو پھر ہر برس کے دن پچاس ہزار ہوں۔ ویسے
تین سو پینسٹھ دن کا سال ہوتا ہے اس حساب سے اس دعا کے معنی
ہوئے کہ پانچ کروڑ دن زندہ رہو جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سو لاکھ چھتیس
ہزار نو سو چھیاسی سال آٹھ مہینے اور چار دن کی عمر پاؤ"

نازلی :۔ توبہ ہے آپ تو حساب بھی لگائے بیٹھے ہیں"

دادامیاں :۔ ایں ؟ کیا کہا ؟"

شازلی :۔ آپا کہہ رہی ہیں کہ آپ نے حساب بھی لگالیا ہے"

دادامیاں :۔ بھئی وہ تو اس لیے حساب لگایا ہے کہ قیدی اپنے قید کے
دن گنا ہی کرتا ہے۔ مجھ کو ایک بزرگ نے یہی دعا دی تھی اور میرا دل
گواہی دیتا ہے کہ یہ دعا مجھ کو لگ گئی ہے چنانچہ میری موت خود موت کی
نیند سوئی ہوئی ہے۔ ابھی تو سیکڑے تک نہیں پہنچا ہوں اور عالم
یہ ہے کہ نہ سن سکتا ہوں نہ دیکھ سکتا ہوں۔ ایک عذاب بن کر رہ گیا ہوں سب
کے لیے"

اسلم :۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں دادامیاں۔ خدا آپ کا سایہ ہم سب پر بدیر

قائم رکھے۔"

شاذلی :- "ابّا جان کے بعد خدا نہ کرے کہ ہم آپ کے سایہ سے بھی محروم ہو جائیں۔"

دادا میاں :- "نا بیٹا نا۔ خدا کے لیے میرے حق میں اب یہ دعا نہ کرو۔ تمہارا باپ میرا سب سے چھوٹا لڑکا تھا جو اچھی خاصی عمر پا کر تو نسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اُس سے پہلے اس کے دو بھائی اور فوت ہوئے تھے۔ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ میں ان کی موت پر رو رہا ہوں۔ جی نہیں بلکہ اس حق تلفی پر میں نے آنسو بہائے تھے کہ باری میری تھی اور باری لے گئے یہ لوگ اور اب تو ہر مرنے والے پر رشک آتا ہے۔"

نازلی :- "اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کو ہم لوگوں سے کچھ شکایت ہے۔"

دادا میاں :- "سوائے اس شکایت کے اور کچھ نہیں کہ تم لوگ از رہِ سعادتمندی مجھ کو گولی کیوں نہیں مار دیتے۔ آنکھوں سے میں معذور، سننے سے میں مجبور اُٹھنے بیٹھنے کا مجھ میں بوتا نہیں۔ کسی کو بیماریاں ہوتی ہوں گی مگر میں خود خدا جانے کتنی بیماریوں کو لاحق ہوں۔ اور تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ یہ بڈھا یوں ہی سسکتا رہے۔ یہ کہاں کی دوستی ہے۔"

اسلم :- "اب ان سے زیادہ نہ بولو۔ کہو کہ آرام کریں۔"

دادا میاں :- "کیا کہا بیٹا ——؟"

نازلی :- "جی کچھ نہیں اسلم کہہ رہے ہیں کہ اب آپ آرام کر لیجیے۔"

دادا میاں :- "اچھا یہ اسلم ہیں۔ لیجیے میں اتنی دیر سے شفیق کو سمجھ رہا تھا۔ اچھا بیٹا ذرا مجھ کو لٹاتے جاؤ۔"

شاذلی :- "دادا میاں آپ لیٹے ہی تو ہیں۔"

دادا میاں :- ایں ؟ لیٹا ہوا ہوں۔ تو پھر بٹھاتے جاؤ۔ میں تھک گیا ہوں۔ لیٹے لیٹے اور سمجھ رہا تھا کر بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا

اسلم :- اے لیجیے بس "

دادا میاں :- "ہاں میاں بس۔ خدا تم کو مناسب وقت تک سلامت رکھے"

(سب ہنستے ہوئے فیڈ آوٹ ہوتے ہیں
اور پھر باتیں کرتے مائیکروفون کے قریب
آتے ہیں)

نازلی :- "سچ مچ یہ بھی زندگی ہیں کوئی زندگی ہے۔ لوگ مرنے والے کو کم سے کم صبر تو کر لیتے ہیں مگر یہ زندگی دیکھ کر تو صبر بھی نہیں آتا"

شاذلی :- "موت کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ مشیت الٰہی میں کیا چارہ مگر میں تو کہتی ہوں کہ زندگی سب سے بڑی بیچارگی ہے"

اسلم :- "میں دادا میاں کی اس دعا کا بیحد قائل ہوں کہ خدا تمہیں مناسب وقت تک سلامت رکھے۔ واقعی درازیٔ عمر کی دعا دینے والے کاش یہ بھی سوچا کریں کہ اگر ان کی دعا قبول ہو گئی تو حشر کیا ہوگا۔ مرزا غالب نے دعائیں اکثر دی ہیں"

نازلی :- "جی ہاں مثلاً ان کا قطعہ ہے"

اسلم :- "قطعہ نہیں بلکہ رباعی ہے"

اس رشتہ میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا
اتنے ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا
ہر سینکڑے کو ایک گرہ فرض کریں
ایسی ہی گرہیں ہزار ہوں بلکہ سوا

شاذلی ۔ "توبہ ہے حساب لگایا جائے تو نہ جانے کتنی عمر بنتی ہے۔"

نازلی ۔ "ایک اور رباعی بھی تو ہے۔"

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے
تا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر میں گانٹھ
ہے صفر کہ افزائش اعداد کرے

نازلی ۔ "دوسروں کو یوں دامن پھیلا کر کوسا ہے اور خود جو اپنی ذرا سی عمر بڑھ گئی تھی تو چیخ اٹھے تھے کہ

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
اب عناصر میں اعتدال کہاں

اسلم ۔ "بہر حال اب یہ طے ہے کہ ہم لوگوں کو جو ایسا ہی ستائے کہ کوسنے کی نوبت آجائے اس کو ہم اسی قسم کی دعائیں آئندہ سے دیا کریں گے۔ وہ سمجھے گا دعا اور ہم سمجھیں گے بددعا۔"

نازلی ۔ "اتنی عمر تو خدا دشمن کی بھی نہ کرے جتنی دادا میاں نے حساب لگا کر بتائی ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ انسان بس اسی عمر تک زندہ رہے کہ اپنی آنکھوں دیکھ سکے۔ اپنے کانوں سن سکے اور اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکے۔"

شاذلی ۔ "کیا ہے نصیبن ڈاک۔ ادھر لاؤ شاید فرخندہ کا کوئی خط ہو۔"

نازلی ۔ "مجھے دو نصیبن۔ شائستہ کا خط ضرور آیا ہوگا۔"

اسلم ۔ "ٹھہرو ٹھہرو صبر کرو۔ مجھے دیکھنے دو۔ ڈاک ممکن ہے خان بہادر صاحب کا والا نامہ ہو اس میں۔ لیجئے یہ لیجئے نہ آپ کی فرخندہ کا کوئی خط ہے نہ آپ کی شائستہ کا۔ البتہ میرا خط موجود ہے۔"

نازلی ''ذرا پڑھیے تو لکھتے کیا ہیں شاید کوئی تاریخ مقرر کر دی ہو''
شاذلی ''نہ تاریخ نہ کچھ پھر کچھ بال کی کھال نکالی ہو گی عجیب جھکی آدمی ہیں خاں بہادر صاحب بھی''
اسلم ''ارے بھئی پہلے خط تو سن لو فرماتے ہیں:۔

عزیز القدر اسلم میاں دعا۔ تمہارا خط پہنچا۔ برخوردار من مجھ کو اس میں قطعاً مسرت محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ اس سلسلہ میں تم خود خط و کتابت کر رہے ہو۔ اگر تمہارے سر پر کوئی بزرگ نہ ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ خدا کے فضل و کرم سے چچا صاحب قبلہ موجود ہیں جو ہم سب کے بزرگ ہیں۔ یہ درست ہے کہ ضعیفی کے باعث وہ یہ کام اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے مگر کم سے کم ایک خط تو لکھ دیں تاکہ معلوم ہو کہ اس رشتہ کی تحریک میں کچھ بزرگ بھی شامل ہیں۔

نازلی ''بھلا بتایئے دادا میاں خط کیونکر لکھ سکیں گے''
اسلم ''یہ میں لکھ چکا ہوں پہلے ہی کہ نہ وہ بیچارے دیکھ سکتے ہیں نہ رعشہ کی وجہ سے قلم ہاتھ میں لے سکتے ہیں مگر ان حضرت کو یہی رٹ ہے کہ وہی سلسلہ جنبانی کریں''
شاذلی ''اور یہ ہے کس قدر دقیانوسی خیال سچ کہتی ہوں کہ اگر ماہ پارہ خود اتنی اچھی لڑکی نہ ہوتی تو یہ خان بہادر صاحب تو اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ان کو کوئی اپنا خسر بنائے''
نازلی ''آؤ چلو کہیں تو دادا میاں سے شاید ٹٹول ٹٹول کر ایک آدھ لفظ لکھ سکیں''
اسلم ''اجی توبہ کیجیے یخنی کا چمچہ تک تو ہاتھ سے پکڑ نہیں سکتے قلم کیسے

پکڑیں گے۔ اور دیکھ نہیں سکتے تو لکھیں گے کیا "؟

شاذلی "پھر بھی کوشش کر دیکھتے ہیں۔ آؤ آپا ان سے کہیں تو سہی "

(تینوں جاتے ہیں کھانسی کی آواز قریب آتی ہے)

دادا میاں "کون ؟"

نازلی "میں ہوں دادا میاں نازلی "

دادا میاں "خدا تم کو مناسب وقت تک سلامت رکھے "

شاذلی "دادا میاں ان کو آپ جانتے ہیں نا خان بہادر چچا کو "

دادا میاں "خان بہادر۔ یعنی نصر اللہ کیا ہوا اس کو۔ وہ بھی لے گیا بازی مجھ سے "

نازلی "جی نہیں دادا میاں۔ وہ زندہ سلامت ہیں ان کی لڑکی ہے نام پارہ"

دادا میاں "اس کا البتہ افسوس ہوا۔ کچی کلی۔ ۶۔ ابھی تو نہ تھے اس کے مرنے کے دن

اسلم "لاحول ولاقوۃ "

دادا میاں "کیا کہا سلاہور ہی میں انتقال ہوا "

شاذلی "دادا میاں انتقال نہیں ہوا ہے۔ بھائی جان کی نسبت اس کے لئے بھیجنا ہے "

دادا میاں "کیا بھیجنا ہے اس کے لئے "

نازلی "نسبت دادا میاں۔ بھائی جان کی نسبت "

دادا میاں "یعنی شادی کا پیغام۔ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک اپنے ہی عزیز ہیں۔ ایک ہی خون ہے۔ مگر لڑکی صورت شکل کی کیسی ہے ؟"

شاذلی "بالکل اپنی ماں کی صورت دادا میاں "

دادامیاں ۔ "ماں کی صورت؟ ارے ماں کی صورت میں کیا جانوں۔ جب وہ بیاہ کر آئی ہے میں دیکھنے سے معذور ہو چکا تھا"

نازلی ۔ "اچھی خاصی ہے۔ پڑھی لکھی۔ نیک اور سلیقہ کی"

دادامیاں ۔ "عقیقہ کی۔ یہ عقیقہ کیسا"

شاذلی ۔ "عقیقہ نہیں دادامیاں سلیقہ کی"

دادامیاں ۔ "سلیقہ کی۔ بس تو خدا اس کو بھی مناسب وقت تک سلامت رکھے بسم اللہ کرو"

نازلی ۔ "خان بہادر چچا کہتے ہیں کہ نسبت آپ لکھ کر بھیجیں"

دادامیاں ۔ "میں لکھوں۔ اے بیٹا میں کیسے لکھ سکتا ہوں نہ قلم پکڑنے کا بوتا نہ آنکھوں میں نور"

شاذلی ۔ "ان کو یہ سب کچھ لکھا جا چکا ہے مگر اسی پر اڑے ہوئے ہیں"

دادامیاں ۔ "اچھا لاؤ کاغذ وغیرہ کوشش کرتا ہوں"

نازلی ۔ "بھائی جان جلدی سے کاغذ قلم دوات لائیے"

دادامیاں ۔ (کھانستے ہوئے) عجیب ضد ہے۔ مگر وہ اپنے ہی بچے ہیں۔ ورنہ میں کہتا کہ میری عمر کو پہنچیں اور دیکھیں کہ اس عمر میں انسان کیا بن جاتا ہے"

سلم ۔ "نازلی یہ لو کاغذ قلم دوات"

نازلی ۔ "لیجیے دادامیاں کاغذ"

دادامیاں ۔ "پہلے قلم تو دو۔ ہاں یہ روشنائی ہے اس میں"

شاذلی ۔ "جی ہاں روشنائی ہے۔ مگر ہاتھ تو بیحد کانپ رہا ہے"

دادامیاں ۔ "کوشش کرتا ہوں۔ نور چشم ——"

نازلی :- نور تو دادا میاں لنکا کا نقشہ بن گیا اور چشم آپ نے اسی کے اوپر لکھ دیا۔
ہے۔

دادا میاں :- تو دوسرا کاغذ دے دو بیٹا میں کیا کروں !!

شاذلی :- یہ لیجیے بس اس پر دو فقرے لکھ دیجیے !!

دادا میاں :- نور چشم ٹھیک ہے بیٹا !!

نازلی :- نور نیچے ہے چشم اوپر ہے ۔ خیر اسی طرح سہی !!

دادا میاں :- مناسب وقت !!

شاذلی :- ارے ارے ۔ مناسب اور وقت ایک ہی میں گڈ مڈ ہو گئے !!

نازلی :- خیر لکھ لینے دو نیچے ہم لوگ ترجمہ کر دیں گے (بلند آواز سے) آپ لکھیے دادا میاں !!

دادا میاں :- مناسب وقت تک سلامت رہو !!

(شدت کی کھانسی)

اسلم :- چلو چھٹی ہوئی دوات سارے کاغذ پر الٹ گئی ان کے کپڑے بھی رنگ گئے !!

شاذلی :- وہ نہیں لکھ سکتے بیکار ہے یہ کوشش !!

نازلی :- میں ان کو لکھے دیتی ہوں کہ دادا میاں کے لیے کچھ لکھنا ناممکن ہے !!

دادا میاں :- مجھے لٹا دو بیٹا (کھانسی) پھر لکھ دونگا ——— (کھانسی) تھک گیا ہوں !!

اسلم :- آپ آرام کیجیے دادا میاں !!

شاذلی :- خواہ مخواہ بے چارے ہلکان بھی ہوئے اور نہ لکھا گیا نہ کچھ !!

نازلی ۔ "میں خان بہادر چچا کو پوری کیفیت لکھ دوں گی"
اسلم ۔ "اور لکھ دینا کہ ان حالات میں اگر آپ شادی کریں تو سبحان اللہ
ورنہ ؎

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(سب ہنستے ہیں)

کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

نجمہ۔ " (تھکی ہوئی آواز میں) بھئی خدا کے لیے ذرا دم لے لینے دو۔ آخر کتنا چلاؤ گے۔ اب مجھ سے بالکل چلا نہیں جاتا۔"
زیبی۔ "امی جان میں بھی تھک گئی ہوں۔"
جمال۔ "بس اب قریب آگیا ہے گھر۔ یہ جو سامنے جھاڑیاں ہیں نا۔ بس ان کے پیچھے ہی ہمارا گھر ہے۔"
نجمہ۔ "کبھی جو آئے وہ موا گھر۔ اس جنگل بیابان میں کوئی بھی گھر بناتا ہے۔"
جمال۔ "نہ بناتا کوئی یہاں گھر تو ہم کو ملتا کیسے۔ زندگی بھر خانہ بدوش رہتے۔ دیکھو دیکھو سنبھل کر چلو۔ ابھی گئی ہوتیں اس خندق میں۔"
نجمہ۔ "خدا کی مار ایسے گھر پر کہ خندق اور کھائیاں پھاندتے چلے جا رہے ہیں۔"
جمال۔ "ناشکری ہو تم تو۔ میں کہتا ہوں اسی کو غنیمت سمجھو کہ گھر ملا تو سہی ورنہ ملتا کسے ہے آج کل گھر۔"
زیبی۔ "بھئی اللہ۔ اب کتنی دور ہے وہ گھر۔"

جمال۔ "بُری بات ہے بیٹی اتنی جلدی ہمت نہیں ہارا کرتے"
نجمہ "وہ تو ٹھیک ہے۔ میرا یہ حال ہے کہ چھالے پڑ گئے ہیں۔ اور میں نے کہا کیا یہاں ہمیشہ اسی طرح آنا پڑے گا۔ کوئی سڑک وڑک نہیں آتی اِدھر؟"
جمال "کمال کرتی ہو تم بھی۔ سڑک آتی ہوتی تو گھر خالی کیوں پڑا رہتا۔ اب چاہے سڑک سے لو چاہے گھر لے لو۔ وہ دیکھو اب نظر آنے لگا۔ وہ جو سامنے نالہ ہے نا اس کو پھاندا اور بس گھر پہنچے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ہے بڑے سکون کی جگہ"
نجمہ "جھاڑو پھرے اس سکون کے۔ یہ بھی بھلا انسانوں کے رہنے کی جگہ ہو سکتی ہے"
جمال "جب کھلی ہوئی ہوائیں کھاؤ گی۔ صبح کے دھندلکے میں پرندوں کے نغمے سنو گی خود رو پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آئے گی تو یہ ساری کوفت بھول جاؤ گی"
نجمہ "(چیخ کر) اوئی —— سانپ —— سس۔۔ سس سانپ ——"
جمال "شش شش۔ چپ رہو وہ گذر جائے گا۔ تم اس سے نہ ڈرو وہ خود تم سے ڈر کر بھاگا ہے"
پنچھی "ڈی میرا ہاتھ پکڑ لیجیے"
نجمہ "بھئی لوٹ چلو۔ میں تو قیامت تک اس مکان میں نہیں رہ سکتی۔ مجھ سے نہیں رہا جائے گا یہاں"
جمال "اچھا بھئی نہ رہنا۔ مگر اب آ گئی ہو تو دیکھ تو لو مکان۔ لے لو بس اب ذرا ہمت کر کے یہ نالہ پھاند لو۔ ٹھہر جاؤ پہلے میں پھاند کر ادھر ہو جاؤں

پھر تم کو ہاتھ پکڑ کر پھندا دونگا۔"

نجمہ "نہیں تم نہ پھاندو۔ مجھے یہاں اکیلا نہ چھوڑو۔ پھر کہیں وہ نہ آجائے وہ زمین ——— والا ——— رسّی ——— "

جمال "یعنی سانپ۔ کمال کرتی ہو تم بھی (پھاند کر) لو بس۔ اب یہ ہاتھ پکڑو میرا۔ بڑھو نا ذرا آگے۔"

نجمہ "پہلے بنّی کو پھنداؤ۔ لو نا اس کا ہاتھ پکڑو۔ بلکہ تو پہلے تو اپنی چپل اِدھر اچھال دے۔"

بنّی "لیجئے ——— بس ——— لیجئے پکڑیئے میرا ہاتھ۔ بھئی اللہ میں گر نہ جاؤں کہیں۔"

جمال "گر نہیں تو جائے گی۔ بنّی بھی ہے۔ لا اِدھر ہاتھ۔ اب کود کر اِدھر آجا۔"

نجمہ "بسم اللہ"

بنّی - "(چیختی ہے)"

جمال "شاباش اتنی سی بات تھی۔ لو اب تم بھی ذرا ہمت کرو۔ لاؤ ہاتھ اِدھر لاؤ۔"

نجمہ

جمال "غرارہ بھی تو تم کو آج ہی پہن کر آنا تھا۔ اب لاؤ بھی جلدی ہاتھ۔ ہاں یہ میں زور لگاتا ہوں تم پوری طاقت سے پھاندنا۔"

نجمہ "ٹھہرو ٹھہرو ٹھہرو۔ ابھی گئی تھی اوندھے منہ موئے نالے میں۔"

جمال "اچھا تو کھڑی رہو تم اس طرف اور میں چلا بنّی کو لے کر۔"

نجمہ "اے واہ۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ لو پکڑو میرا ہاتھ۔ بھئی اللہ کے واسطے گرا نہ دینا۔ (پھاندتے ہوئے) بسم اللہ۔"

جمال ۔ "شاباش "

نجمہ ۔ " خاک شاباش ۔ جوتی نگوڑ ماری ایک پیر میں ہے دوسری اسی طرف رہ گئی کیا گت بنوائی ہے یہاں لاکر "

جمال ۔ " خیر تم تو آگئیں ۔ جوتی بھی لائے دیتے ہیں ۔ گویا پھاندتے ہوئے) ایک ہی ہے نا ؟ پھاند کر آتے ہوئے) لو یہ لو ۔ بس اب راستہ صاف ہے اور وہ رہا مکان "

نجمہ ۔ " ہائے میرے اللہ ۔ اس کے تو ارد گرد مکان ہی نہیں ہے ۔ یہ موا مکان ہے یا ٹاپو "

جمال ۔ " علاوہ اور خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی ہے اس مکان کی کہ ۔ ع ۔ کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو

نجمہ ۔ " مجھے تو یہ بھوتوں کا ڈیرہ لگتا ہے ۔ کیسی وحشت برس رہی ہے "

جمال ۔ " خیر تم چلو تو اندر "

نجمہ ۔ " اور سامان کیا کھلے مکان میں یوں ہی چھوڑ گئے تھے "

جمال ۔ " نہیں صاحب سامان آپ کا محفوظ ہے آپ اندر تشریف لے چلیے "

نجمہ ۔ " (ایک دم چیخ کر) اوئی ـــــ یہ ـــــ یہ ـــــ "

جمال ۔ " ہائیں ۔ ہائیں ۔ یہ مکان کی مالکہ ہیں ۔ معاف کیجئے گا بہن صاحبہ یہ میری بیوی کچھ اسی قسم کی ڈرپوک واقع ہوئی ہیں "

مالکہ ۔ " آئیے آئیے ۔ میں تو سمجھی تھی آپ لوگ اب صبح آئیں گے ۔ وقت زیادہ ہو گیا تھا نا "

نجمہ ۔ " بس یہ ایک ہی کمرہ ہے "

مالکہ ۔ " جو کچھ ہے بس یہی ہے ۔ ایک باورچی خانہ باہر بنا لیا ہے ۔ مگر یہ کمرہ

ہے بھی تو کتنا بڑا۔"

زبی "امی یہاں پانی کہاں سے آئے گا۔"

مالکہ "پانی کی کوئی کمی نہیں ہے۔ کنواں یہاں سے قریب۔"

نجمہ "آس پاس کوئی اور مکان بھی نہیں ہے۔"

مالکہ "جی ہاں پاس پڑوس کا جھگڑا تو بالکل نہیں ہے۔ شہر سے قریب بھی اور الگ تھلگ بھی۔ راستہ البتہ ذرا خراب ہے۔"

نجمہ "اس کو آپ ذرا خراب کہتی ہیں۔ مصیبت ہوگئی یہاں پہنچنا۔"

مالکہ "اچھا خیر اب آپ لوگ اپنا سامان کھولیئے۔ بستر لگایئے اور کچھ روشنی کا بھی سامان ساتھ ہے۔"

نجمہ "روشنی کا سامان تو کیا بجلی بھی نہیں ہے۔"

جمال "بجلی نہیں تو آپ کے لیئے یہاں بجلی گھر ہوگا۔ مگر واقعی ہم لوگ تو لالٹین بھی نہیں لائے اور اب تو اندھیرا بھی ہو چلا ہے۔ خیر میں جاتا ہوں کوئی انتظام کرنے۔"

نجمہ "اکیلے ——— کبھی جو میں جانے دوں۔ دیا سلائی ہے تمہاری جیب میں۔"

جمال "ہے تو سہی مگر شاید دو چار تیلیاں ہوں۔"

مالکہ "تو آخر اس قدر پریشانی کی کونسی بات ہے۔ نہ سہی ایک رات روشنی ہیں تو ہمیشہ بغیر روشنی کے رہی۔"

نجمہ "یہ تو اور بھی مصیبت ہوئی۔ ایک تو یوں ہی وحشت ہو رہی ہے۔ اوپر سے اندھیرا گھپ۔"

مالکہ "اب آپ اس تھوڑی بہت روشنی میں بستر لگا لیجیئے اور کھانے سے

فراغت کر لیجئے۔

جمال "کھانا تو خیر ہم لوگ کھا چکے ہیں مگر کیا واقعی کہیں سے روشنی کا انتظ
نہیں ہو سکتا"

مالکہ "میرے خیال میں تو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے"

نجمہ "آپ کو نہیں ہے نا۔ مگر ہم سے تو اندھیرے میں رات نہ کٹے گی۔ یہ
ان سے پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ صبح چلنا دیکھو تو سہی کتنی ہیر
دیا سلائیاں"

جمال " (دیا سلائی کی ڈبیہ نکال کر) ہیں چار پانچ۔ ان ہی کو احتیاط سے
جلائیں گے بہر حال اب تو رات کاٹنا ہے۔ میرے خیال میں بہن صا
آج رات آپ یہیں رہ جائیں"

مالکہ " رہنا تو پڑے ہی گا اس وقت جانا چاہوں تو بھی کیسے جا سکتی ہوں

جمال " تو میں بستر وغیرہ درست کر دوں"

(جاتا ہے)

مالکہ " تمہارا کیا نام ہے بیٹی"

ربّی " میرا نام ربّی ہے۔

نجمہ "اس مکان میں کب سے کرایہ دار نہیں آئے"

مالکہ " بات یہ ہے کہ جب سے میری بڑی بہن کا انتقال ہوا ہے یہ مکان
خالی پڑا رہتا ہے۔ اصل میں یہ ان ہی کے لیے بنایا گیا تھا۔ ان کو
بڑی بیماری ہو گئی تھی تو ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ آبادی سے باہر رہیں
وہ بیچاری اسی مکان میں مریں"

نجمہ "اس کے بعد سے یہاں کوئی نہیں رہا۔ نہ یہاں چراغ جلایا گیا"

مالکہ :- "بہن بات یہ ہے کہ ہمارے بعض دشمنوں نے پھر اس مکان کو بدنام کر دیا کہ اس میں کچھ آسیبی خلل ہے "

نجمہ :- "(سہم کر) آسیبی خلل ہے"

مالکہ :- "ہاں بہن آسیبی خلل ۔ کسی نے کہا کہ ہم نے اس میں کسی کو ٹہلتے دیکھا ہے ۔ کسی نے کہا کہ خالی مکان سے باتیں کرنے کی آواز آئی ہے "

نجمہ :- "باتیں کرنے کی آواز "

مالکہ :- "مگر میں نے کبھی یہاں نہ کسی کو دیکھا نہ کوئی بات سنی ۔ میں تو اکثر یہاں آجایا کرتی ہوں اور دن بھر اس طرح رہتی ہوں جیسے اپنی مری ہوئی بہن کے ساتھ ہوں "

بچی :- "امی اباجان کہاں گئے "

نجمہ :- "میں نے کہا سنتے ہیں آپ "

جمال :- "بس بہن صاحبہ کا بستر بچھادوں پھر آیا "

مالکہ :- "میرے لئے آپ بستر کی فکر نہ کریں ۔ پڑ رہوں گی میں یوں ہی بچارپائی تو موجود ہی ہے "

جمال :- (قریب آتے ہوئے) آپ کا بستر بھی تیار ہے ۔ اور پانی کا اس وقت کیا انتظام ہوگا "

مالکہ :- "پانی موجود ہے ۔ میں نے ایک گھڑا بھر کر رکھ لیا تھا کہ آپ لوگوں کو تکلیف نہ ہو "

نجمہ :- "میں نے کہا یہ تو کہہ رہی ہیں کہ یہ مکان بدنام ہے "

مالکہ :- "میں یہ تو نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ میں نے یہ کہا کہ اس مکان کو بدنام کیا

گیا۔ لوگوں نے طرح طرح کے قصّے بنائے کہ یہاں کوئی سفید لباس پہنے اکثر ٹہلا کرتا ہے۔"

جمال:۔ "جی کیا فرمایا؟ سفید لباس پہنے؟"

نجمہ:۔ "توبہ تم مجھے کہاں لا رہے ہو۔ ایک طرف سے بچّی لدی ہوئی ہیں دوسری طرف سے وہ آموجود ہوئے۔"

جمال:۔ "تو گویا ٹہلا کرتا ہے کوئی۔"

مالکہ:۔ "اجی نہیں۔ کہنے والے تو یوں ہی گھڑ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں باتیں کرنے کی آواز اکثر سنائی دیتی ہے۔ کبھی قہقہے سنائی دیتے ہیں مگر میں نے کبھی کوئی ایسی آواز نہیں سنی نہ کسی کو دیکھا۔"

نجمہ:۔ "اب بھلا بتاؤ کیا خاک نیند آئے گی مجھ کو۔"

بچّی:۔ "امّی جان مجھ کو اپنے اور ابّا جان کے بیچ میں بٹھا لیجئے۔"

مالکہ:۔ "تو کیا ڈر لگ رہا ہے تم کو۔ ڈرنے کی کونسی بات ہم سب موجود ہیں۔"

جمال:۔ "مگر یہ بات تو آپ کو پہلے ہی بتانا تھی۔ اب تو میری بھی نیند بھی اچاٹ ہو جائے گی۔"

نجمہ:۔ "کوئی صورت ایسی نہیں ہو سکتی کہ ہم لوگ یہاں سے کم سے کم اس وقت چلے جائیں۔"

مالکہ:۔ "اب کہاں جا سکتی ہو۔ دیکھ رہی ہو اندھیرا پھیل چکا ہے۔"

جمال:۔ "نہیں صاحب اللہ مالک ہے ہم لوگ اس قدر ضعیف الاعتقاد نہیں ہیں۔ بہن صاحبہ آپ اپنے بستر پر تشریف لے جائیں۔ یہ تمہارا پلنگ ہے اور یہ بچّی کا۔"

بچّی:۔ "میں امّی کے ساتھ سوؤں گی۔"

نجمہ "اور میرا پلنگ اتنی دور کیوں رکھا ہے اپنے پلنگ سے ملا لو نا۔ اور پہلے ذرا ایک دیا سلائی تو جلاؤ۔ میں ایک مرتبہ روشنی میں کمرے کو دیکھ تو لوں"

جمال "(دیا سلائی جلاتے ہوئے) دیکھ لو"

مالکہ "ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ایسی باتوں سے ڈرنا نہیں چاہیئے۔ یہ سب وہم کی باتیں ہوتی ہیں"

جمال "جی بیشک۔ بی تم سو جاؤ بیٹی میں جاگ رہا ہوں"

نجمہ "وہ تو سہمی جا رہی ہے۔ ننھی سی جان۔ اس کو تو اس قسم کا پہلا اتفاق ہے"

جمال "اتفاق تو خیر مجھ کو بھی پہلا ہی ہے۔ مگر کرتا تو کیا کرتا۔ مکان حاصل کرنے کے لیے کون سے جتن نہیں کیے۔ درخواستیں دیں۔ دوڑتے دوڑتے برا حال کیا اپنا۔ سفارشیں پہنچائیں۔ اثر ڈلوائے۔ مگر مکان ہو تو ملے۔ بمشکل تمام یہ مکان نظر آیا تو اس میں یہ عیب ــــــ"

مالکہ "عیب ویب کچھ نہیں ہے۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ آپ اطمینان سے سویئے"

جمال "سونا تو خیر نا ممکن ہے البتہ اب کر ہی کیا سکتے ہیں مجبوری کا نام صبر ہے۔ رات تو اب کاٹنا ہی ہے"

نجمہ "بی خالہ کے لیے میرے کلیجہ میں اس طرح نہ گھسو دم گھٹا جا رہا ہے"

جمال "ڈرو نہیں بیٹی میں جاگ رہا ہوں۔ تم سو جاؤ شاباش۔ ہم لوگوں کو اس قسم کے واہموں کی پروا بھی نہ کرنا چاہیئے۔ یہ وہم پرستی ہے اور ہمارے لیئے بڑی بری بات ہے۔ میں نے کہا بہن صاحبہ ــــــ بہن

صاحبہ سو گئیں شاید۔ تم بھی سو جاؤ، بنّی میں جاگ رہا ہوں۔"

(کتّوں کے بھونکنے۔ سیاروں کے چیخنے
اور کبھی کبھی الّو کی آواز، چمگادڑوں کی
آوازیں وغیرہ)

نجمہ۔ "چپکے سے، سو گئے۔ میں نے کہا سو گئے کیا؟"

جمال۔ "جاگ رہا ہوں تم بھی جاگتی رہنا۔ بنّی سو گئی؟"

نجمہ۔ "وہ تو سو گئی ہے مگر مجھے سخت وحشت ہو رہی ہے جانوروں کی آوازوں سے اور کبھی دل اچھلنے لگتا ہے۔"

جمال۔ "کچھ پڑھ کر میرے اوپر اور اپنے اوپر دم کر لو۔"

نجمہ۔ "میں نے کہا یہ جو عورت ہے نا جس کو تم بہن صاحبہ کہتے ہو۔"

جمال۔ "ہاں ہاں کیا بات ہے اس میں۔"

نجمہ۔ "تم نے غور سے اس کے پیر دیکھ لئے تھے۔"

جمال۔ "کیوں بات کیا ہے۔"

نجمہ۔ "ایڑی آگے اور پنجے پیچھے تو نہیں تھے۔"

جمال۔ "پاگل ہوئی ہو تم تو۔ اطمینان سے لیٹو۔"

نجمہ۔ "چپکے سے دیا سلائی جلا کر دیکھ لیتے تو اطمینان ہو جاتا۔ یہ آخر ناک میں کیوں بول رہی تھیں۔"

جمال۔ "کہیں بھی نہیں تم کو یوں ہی شبہ ہوا ہوگا۔ بہر حال میں دیکھے لیتا ہوں۔ (دیا سلائی جلاتا ہے) لو تم بھی دیکھ لو۔"

نجمہ۔ "یا اللہ نہ جانے یہ رات کیسے کٹے گی۔"

(پھر خاموشی۔ کتّوں کے بھونکنے۔ سیاروں

کے چیخنے اور کبھی کبھی الو کے بولنے اور
چمگادڑوں کی آواز)

مالکہ:۔"(جیسے خواب میں بڑاتے ہوئے) خبردار میں کیسے دوں۔ ٹھہر جاؤ"
(ایک دم سے جمال اور نجمہ چیختے ہیں اور پھر
بی کی آواز بھی اس شامل ہو جاتی ہے)

مالکہ:۔"(ایک دم گڑبڑا کر) کیا ہوا۔ ارے کیا ہوا جی ہوں سنو تو"

جمال:۔"(گھبرائی ہوئی آواز میں) استغفراللہ۔ لاحول ولاقوۃ۔ استغفراللہ۔
لاحول ولاقوۃ"

مالکہ:۔"ہوا کیا آپ لوگوں کو۔ ذرا دیا سلائی تو نکالیئے"

جمال:۔"(دیا سلائی جلا کر) نجمہ۔ بی۔ نجمہ"

مالکہ:۔"معلوم ہوتا ہے۔ بیہوش ہو گئی ہیں۔ ذرا سا پانی لایئے منہ پر چھینٹے دیجیے۔
نہ جانے ہوا کیا"

جمال:۔"وہی آوازیں۔ ہم نے خود سنی ہیں۔ ابھی سنی ہیں۔ یہ لیجیے پانی"

مالکہ:۔"لایئے میرے چلو میں دیجیے منہ پر چھینٹا دینا چاہیئے"

جمال:۔"نجمہ۔ بی۔ سنو تو سہی۔ نجمہ ہوش میں آؤ نجمہ میں ہوں جمال"

نجمہ:۔"تم   وہ   وہ   "

جمال:۔"وہ کچھ نہیں نجمہ۔ دیکھو تو بی کو ہوش میں لاؤ۔ یہ کیا واہیات ہے"

مالکہ:۔"مگر یہ ہوا کیا آخر۔ کہیں میں تو سوتے میں نہیں بڑائی تھی۔ یہ عجیب کمبخت میری
عادت ہے کہ سوتے میں نہ جانے کیا کیا بکا کرتی ہوں"

نجمہ:۔"آپ ——— آپ نے سوتے میں کروٹ لی ہیں غور سے ——— غور
سے آپ کو دیکھ رہی تھی"

"ہاں ہاں پھر میں نے بکنا شروع کر دیا ہوگا۔"

"شاید ——— مگر نہیں۔ وہ بڑی خوفناک آواز تھی۔"

"بہی ——— بیٹی۔ دیکھو تو میں بول رہا ہوں۔"

"بس اب ٹھیک ہے اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ ذرا آپ دیا سلائی جلائیے تاکہ اس کو اطمینان ہو جائے۔"

"بلکہ میں اخبار جلاتا ہوں (دیا سلائی جلا کر کاغذ کھڑکھڑاتا ہے) بس اب تو اطمینان ہوا۔ اچھا اب اٹھ کر بیٹھ جاؤ ہم سب اب بیٹھ کر رات کاٹیں گے۔"

"میرے خیال میں تو رات ختم ہونے کو آئی صبح ہونے ہی والی ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ پہاڑ سی ہو کر رہ گئی ہے یہ رات۔ وہی مثل کہ

کاؤ کاؤِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا"

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

(دبی دبی ہنسی کی کچھ مردانہ اور زنانہ آوازیں
سراج آہستہ سے ہنستے ہوئے سب کو روکتا ہے)

سراج :- "اب تم لوگ ہنسی کی آوازیں نانا میاں تک پہنچا کر اور بھی قیامت برپا کرو گے"

زہرہ :- "سراج بھائی تو آپ آخر جاتے کیوں نہیں - میں بتاؤں ذرا اپنی خاندانی بہادری کی کچھ روائیتیں یاد کیجئے - اقبال کا ایک آدھ شعر پڑھیئے - مثلاً ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

سراج :- جی ہاں میں بحر ظلمات میں ممکن ہے کہ گھوڑے دوڑا دوں مگر نانا میاں کی بیٹھک میں جانا اس قدر آسان نہیں ہے - آخر اکرام کیوں نہیں جاتے پہلے -

اکرام :- "کون میں ؟ توبہ کیجئے - اول تو میں اتنا لالچی نہیں کہ دو روپے کی

میں نے کسی ایسے راستہ میں قدم نہیں رکھا جس کے متعلق مجھے یقین نہ ہو کہ خدا ہر روز بخیریت منزل تک پہنچ گئے ہیں۔"

زہرہ:" بے بیشک جان ہے تو جہان ہے۔ اچھا میں بتاؤں اسلم کو بھیجا جائے پہلے۔"

اکرام:" ٹھیک ہے ٹھیک۔ بڑا اچھا قربانی کا بکرا تجویز کیا ہے۔"

سراج:" خدا اس کو تان دو تو وہ توپ کے منہ میں گھس جائے نانا میاں کی پیشی کیا سوال ہے۔ زہرہ تم اس کو پکڑ لاؤ کسی طرح۔"

زہرہ:" ابھی لیجیے۔ جب تک آپ لوگ اس کی شان میں ایک قصیدہ تیار کر لیجیے۔ بات یہ ہے کہ دو چار خوشامدانہ فقروں کے بعد وہ یقیناً چلا جائے گا نانا میاں کے سلام کو اور اس طرح ہم لوگوں کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس وقت نانا میاں کی موسمی حالت کیا ہے۔"

اکرام:" ہاں پھر ہم اپنے جانے نہ جانے کا فیصلہ آسانی سے کر سکیں گے۔"

زہرہ:" میں ابھی لائی۔"

(جاتی ہے)

سراج:" دیکھو اکرام اس وقت اسلم کو کسی بات پر چڑھا نہ دینا تمہاری عادت ہے کہ اس کو کچھ نہ کچھ کہہ کر فوراً خفا کر دیتے ہو۔"

اکرام:" توبہ کیجیے کیا مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ اسلم سے ہم کو اس وقت کتنا بڑا قومی کام لینا ہے۔ واقعی خدا کی کوئی تخلیق مصلحت سے خالی نہیں ہے اب دیکھیے کہ اسلم تک کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

سراج:" شش شش وہ آ رہا ہے۔"

(اسلم اور زہرہ داخل ہوتے ہیں)

اسلم۔ "یہ آج کیسے یاد فرمایا گیا ہے اس خاکسار کو؟"

زہرہ۔ "پھر وہی اسلم بھائی۔ آخر آپ کو یاد نہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ عید کا دن ہے آپ اپنے بھائی ہیں۔ اب تک آپ کا انتظار کیا کہ شاید خود ہی آپ ملنے کو آئیں آخر دل نہ مانا۔ خود ہی آپ کو جا کر لانا پڑا۔"

اکرام "تم خود ہی خفا خفا سے رہتے ہو۔ ورنہ ہمارا تو دل ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ تم ہم سے قریب رہا کرو۔"

سراج۔ "فرض کر لو کہ تم کو خفا کرنے کے سلسلہ میں زیادتی کچھ ہماری ہی ہوتی ہے مگر عید کا دن گلے ملنے کا ہوتا ہے شکوے شکایتیں دور کر دینے کا دن۔"

اسلم۔ "آج تو آپ لوگ بےحد خوش اخلاق نظر آ رہے ہیں۔ مجھ کو تو یہ کچھ خواب کا سا عالم نظر آ رہا ہے۔ مگر حالات اور واقعات نے مجھ کو اس قدر چوکنا کر دیا ہے کہ مجھ کو آپ لوگوں کی اس قسم کی عنایتیں بےحد خوفناک معلوم ہوتی ہیں۔"

زہرہ۔ "اسلم بھائی کمال کرتے ہیں آپ بھی ہماری بیساختہ محبت کا یہی جواب ہونا چاہیے جو آپ دے رہے ہیں۔"

اسلم۔ "پچھلے ہفتے اسی قسم کی عنایتوں اور محبتوں کی بارش مجھ پر ہوئی تھی۔ جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا تھا کہ نانا میاں نے مجھ کو گھر تک سے نکالنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ جیب خرچ میں دو روپیہ ماہوار کی مستقل کمی کر دی تھی اور عید کی شیروانی بجائے ریشمی کے سوتی بنوائی گئی میرے لیے فرمایئے میں کچھ جھوٹ تو نہیں کہہ رہا ہوں۔"

زہرہ۔ "اس سلسلہ میں تو کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی دونوں طرف۔"

اسلم۔ "جی؟ بجا ارشاد۔ غلط فہمی کا تو کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ دانستہ آپ تینوں نے میری شکایت کی کہ گویا میں امتحان کی فیس تک لے جاکر کھا گیا۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ صرف پانچ روپے زیادہ تھے باقی پائی پائی میں نے جمع کر دی اور یہ کہ میں بجائے پڑھنے کے برج کھیلنے جاتا ہوں۔ اس مہینہ تین مرتبہ سینما گیا۔ پرچے آؤٹ کرانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

سراج۔ "بھئی وہ تو ایک قسم کا جوابی حملہ تھا کہ تم نے نانا میاں سے جاکر جڑ دیا تھا کہ ہم لوگ کالج سے خود ان کی بیماری کا بہانہ کر کے پکنک پر گئے ہوئے ہیں۔"

اسلم۔ "جی ہاں۔ وہ تو میں نے اس لیے کہا تھا کہ مجھ کو دانستہ نظر انداز کیا گیا تھا۔ نہایت حقارت کے ساتھ اپنی محفل کے شایانِ شان نہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ پھر یہ کہ میں نے خود کہا بھی نہیں جب مجھ سے پوچھا گیا تو بیشک میں جھوٹ نہ بول سکا۔"

اکرام۔ "لاحول ولا قوۃ ان گڑے مردوں کو اکھاڑنے کی اس وقت کیا ضرورت ہے۔ مطلب تو صرف یہ ہے کہ لاٹھی مارے پانی جدا نہیں ہو سکتا جو کچھ ہو چکا ہے اُس کے باوجود یہ تو ہونے سے رہا کہ ہم اپنے دل سے تمہاری محبت کو نکال دیں یا یہ کہ تم ہمارے بھائی نہ ہو۔"

زہرہ۔ "آپ لوگ تو شاید یہ کر بھی سکیں مگر ایک بہن کے لیے یہ ناممکن ہے۔"

اسلم۔ "میں سب سے زیادہ زہرہ بی بی کی ان میٹھی باتوں سے ڈرتا ہوں ان کی چاپلوسی نہایت خطرناک ہوتی ہے لومڑی ہیں یہ بالکل لومڑی۔"

زہرہ۔ "خیر اب مجھ کو اطمینان ہو گیا کہ اسلم بھائی کم از کم مجھ سے خوش

ہو گئے ہیں۔ ورنہ اس پیار سے لونڈی نہ کہتے "

سراج ۔ " مجھ کو تو اسلم پر واقعی رشک ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے نانا میاں پر ان کا جو اثر ہے وہ کسی اور کا نہیں "

اکرام ۔ " نانا میاں نے ہمیشہ ان کو چاہا ۔ وہ پھر بھی اگر کسی کی بات مان لیتے ہیں تو ان ہی کی "

زہرہ ۔ " اس وقت دیکھا نہیں کہ ہم لوگوں سے بار بار پوچھ رہے تھے کہ ہائے اسلم میاں کہاں غائب ہیں "

اسلم ۔ " کیا مطلب ؟ یعنی آپ لوگ سلام کے لئے ہو آئے "

سراج ۔ " ارے صاحب آج کا سلام تو تاریخی حیثیت رکھتا تھا ۔ تاریخ میں یہ ذکر سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا کہ آج نانا میاں بات بات پر مسکرا بھی رہے تھے ان کی جبینِ اقدس پر نہ کوئی شکن تھی نہ آنکھوں میں قہر کی کوئی چنگاری "

اکرام ۔ " اور صاحب میں تو حیران رہ گیا کہ آج ہم لوگ گلے سے لگائے گئے "

زہرہ ۔ " دیر تک میرا سر سہلاتے رہے "

سراج ۔ " سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ عیدی میں دس دس روپے کے نوٹ مرحمت فرمائے "

اسلم ۔ " یعنی یہ اصلی نوٹ دس روپے والے جو آج کل چل رہے ہیں ؟ "

زہرہ ۔ " (ہنس کر) ، کیا باتیں ہیں آپ کی بھی اسلم بھائی اصلی نہیں تو کیا جعلی نوٹ ہوتے "

اکرام ۔ " سچ تو کہہ رہے ہیں ۔ اسلم واقعی نانا میاں کی فیاضی کا مجھ کو خود اعتبار نہ ہوتا اگر میں اس نوٹ کو فوراً بھنا کر دس روپے نقد نہ کر لیتا "

سراج "اس فیاضی کی وجہ تو مجھے معلوم ہے کل ہی علاقہ سے روپیہ آیا ہے
سنا ہے کہ کسی ایسے اسامی سے بھی روپیہ مل گیا ہے جس کے متعلق
یہ طے تھا کہ وہ پھوٹی کوڑی بھی نہ دے گا"
اکرام "ہاں ہاں سلارو نا، اس سے تو دو سال سے مقدمہ چل رہا تھا"
اسلم "روپیہ آنے کو خواہ کتنا ہی آئے مگر وصول کرنا دوسری چیز ہے اور
یکمشت دس دس روپے کے نوٹ عیدی کے طور پر دے دینا
واقعی نانا میاں کے لیئے کمال کی بات ہے"
زہرہ "تو کیا آپ کو ابھی تک کچھ نہیں ملا"
اسلم "ملتا کہاں سے - دو روپے کے لیئے جان دینے کون جاتا۔ مصیبت
مول لینا ہو تو کوئی وہاں جائے - پہلے اپنی تمام نالائقیوں کی فہرست
سنیئے - پھر ڈانٹ ڈپٹ برداشت کیجیے - ان کے طنز و ملامت کا
شکار بنیئے اور جب تمام گھتیں بن چکیں تو دو روپے لے کر آ جایئے"
سراج "روپیہ پیسے کا سوال نہیں مگر عید کا دن ہے سلام کرنے تو یوں بھی
جانا ہی چاہیئے - دوسرے آج تو بیحد خوش ہیں"
اکرام "مجھ کو تو یاد نہیں آتا کوئی ایسا تاریخی واقعہ کہ وہ اس طرح ہنسے ہوں
اور اس قدر شگفتہ ہوں"
زہرہ "جی نہیں اس سال میں یہ دوسرا واقعہ ہے ۱۶ جنوری کو بھی ہنسے تھے
جب جمیل کی پیدائش کا تار آیا تھا"
اسلم "تو میرا ذکر کیونکہ آ گیا تھا"
سراج "ذکر کی بات نہیں ہم لوگوں کو دیکھ کر غالباً خیال آیا ہو گا کہ تم نہیں ہو۔
صندوقچہ سے دس دس کے چار نوٹ نکالے ایک ایک ہم تینوں کو

دیا اور پھر خود ہی پوچھا۔ آج ہمارے اسلم میاں کہاں ہیں"

اسلم "بھلا بتائیے۔ اگر اس وقت میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلا جاتا تو ایک بار ہی ہلکا ہو جاتا۔ اب اکیلا کیسے جاؤں۔ اس قسم کے موقعوں پر ایک سے دو کا ہونا اچھا ہوتا ہے"

زہرہ "خیر آپ کے لیے تو یہ صورت نہیں ہے۔ یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ اگر کسی کا خیال کرتے ہیں تو آپ کا البتہ ہم لوگوں کے لیے یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے"

اکرام "اور آج ہم لوگوں سے کیا کہا کہ میرے لیے اسلم سے تم لوگ کسی طرح کم نہیں ہو"

زہرہ "خیر وہ تو طے ہی ہے میرا خود ارادہ ہے کہ اسلم بھائی کے ذریعہ نانا میاں سے کہلواؤنگی کہ مجھ کو سینے کی مشین لے دیں"

اسلم "تو پھر میں بھی ہمت کر کے ہو ہی آؤں"

سراج "ہاں ہاں بس جاؤ اور سلام کر کے آ جاؤ کونسی بڑی بات ہے"

اسلم "جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا"

(جاتا ہے)

(ان تینوں کی دبی ہوئی ہنسی)

زہرہ "بے موت مارا گیا بیچارہ"

اکرام "ان کو عید کے دن یوں ہی خدا جانے کس بات کا غصہ ہوتا ہے اوپر سے آپ گئے ہیں خدا ہی خیر کرے"

سراج "نانا میاں کا درجۂ حرارت معلوم کرنے کے لیے اس سے عمدہ تھرما میٹر ہم لوگ اس وقت ایجاد نہیں کر سکتے تھے"

زہرہ۔ "دروازے کے سوراخ سے دیکھا تو جائے اس کورٹ مارشل کا تما
اکرام "اس دروازے سے دیکھو وہاں آواز بھی صاف آئے گی"

(تینوں جاتے ہیں۔ نانا میاں کی
کرخت آواز آرہی ہے)

نانا میاں "کیا چاہتے ہو۔ میرا مطلب یہ کہ کیسے آنا ہوا۔ گویا جناب
کس سلسلہ میں زحمت فرمائی"

اسلم۔ "یوں ہی سلام کرنے حاضر ہو گیا تھا"

نانا میاں "سلام کرنے؟ جی ع
سلامِ روستائی بے غرض نیست
گویا آپ مجھ کو اس قدر بیوقوف سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی تشریف آو
کا مقصد اور اس سلام کی تقریب تک نہیں سمجھ سکتا۔ جی؟ برخو
یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں۔ آپ ذرا سچ بولنے کی کوش
کیجیے کہ کیسے آنا ہوا"

اسلم "سعید کا سلام کرنے حاضر ہوا تھا"

نانا میاں "وہ تو میں سمجھا مگر عید کا سلام کرنے آپ میرے ہی پا
کیوں تشریف لائے۔ یا میرے پاس آنے سے قبل آپ اپنے دادا ج
کی خدمت میں کیوں نہیں گئے۔ جی؟ —— جانتے ہیں نا
وہاں ان سلاموں سے دال نہیں گلتی یہ حماقت تو آپ صاحبان کو
ہی خاکسار میں نظر آتی ہے کہ آپ کے ان سلاموں کا معاوضہ ا
کرتا ہوں؟ —— اب مجھ سے پوچھیے کہ یہ سلام نہیں بلکہ تقاضہ
ہے گویا میں جناب کا مقروض ہوں۔ اور جناب تشریف لائے ہیں تقاضہ

کرنے —— جی؟"

اسلم "میں تو صرف سلام کرنے ——"

نانا میاں "تشریف رکھیے۔ اتنے عمدہ ریشمی موزے پہن کر جناب کچھ اس طرح کھڑے ہوئے ہیں کہ مجھے ندامت ہوتی ہے اپنی جگہ پر بیٹھیں حضت بدتمیزی تو ضرور ہے مگر کیا قیمت ہوگی تقریباً ان موزوں کی؟"

اسلم "یہ تو بہت دنوں سے میرے پاس پڑے ہوئے تھے۔"

نانا میاں "میں جانتا تھا کہ جناب یہی جواب دیں گے مگر۔ ۶

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ان بہت دنوں سے پڑے موزوں میں اس وقت تک نمبر کی چٹ چسپاں ہے۔ جی؟"

اسلم "وہ رہ گئی ہوگی۔"

نانا میاں۔ "خیر آپ مستقل مزاج دروغ باف ہیں۔ اقبال کا جرم آپ سے سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ یہ لاجواب قسم کا پمپ جس کی قیمت کسی طرح پچیس روپیہ سے کم نہیں ہو سکتی کب جناب نے خرید فرمایا ہے۔ جی؟"

اسلم "یہ تو —— یعنی یہ جوتا —— اس کو تو میں نے حال ہی میں لے لیا تھا۔"

نانا میاں "سبحان اللہ کیا استغنا ہے۔ لے لیا تھا۔ گویا اپنی مرضی سے نہیں بلکہ مجذوبانہ شان کے ماتحت لے لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ۔ ع

خدا کی باتیں خدا ہی جانے

مگر مجھ کو تو یاد پڑتا نہیں کہ ہم نے ان فضول خرچیوں کے لیے جنا...
کی کوئی امانت کی ہو۔ پھر یہ کہاں سے آجاتی ہیں ایسی چیزیں ؟
جی ؟ ——— ''

(دروازے پر دستک کے ساتھ حکیم صاحب)

حکیم صاحب " (آواز دیتے ہوئے) جناب میر صاحب قبلہ ؟ ———
نانا میاں " صاحبزادے ذرا دروازہ کھول دیجیے حکیم صاحب تشریف...
لائے ہیں "

اسلم " (جاتے ہوئے) بہت اچھا "

(دروازہ کھول دیتا ہے)

حکیم صاحب " (آتے ہوئے) آداب بجالاتا ہوں حضور والا۔ عید مبا...
نانا میاں " آداب عرض جناب حکیم صاحب آپ کو بھی عید مبارک (ا...
دے کر) میاں صاحبزادے آپ تشریف نہ لے جایئے موقع سے فا...
اٹھا کر ادھر تشریف لایئے۔ دیکھئے جناب حکیم صاحب ہمارے نواسے ...
کے جوڑے "

حکیم صاحب " ماشاءاللہ۔ خوب ہیں۔ کیا نام ہے بیٹے تمہارا ؟"
اسلم " اسلم ہے میرا نام "
حکیم صاحب " کیا پڑھتے ہو میاں تم "
نانا میاں " جی ؟ ——— بس یہی سوال نہ کیجیے گا۔ ہمارے یہاں ...
بچے رئیس ابن رئیس۔ ان کو پڑھنے لکھنے سے کیا سروکار۔ جو لڑکے پڑ...
ہیں وہ ایسے شاندار موزے۔ اتنے قیمتی جوتے اور ایسی ریشمی قمیضیں ...
نہیں پہنتے "

حکیم صاحب "خیر یہی دن ہیں ان کے پہننے اوڑھنے کے"

نانا میاں "جی؟ کیا فرمایا آپ نے یہی دن ہیں اس قسم کے معاملات میں احتیاط برتنے کے۔ آج کل کے لڑکے لکھ پڑھ کر بمشکل تمام اپنا پیٹ پال سکتے ہیں اور یہ حضرت تو لکھ پڑھ بھی جیسا رہے ہیں مجھ پر خوب روشن ہے۔ مگر اس وقت تو میں معلوم کرنا چاہتا ہوں یہ چیزیں میں نے منگا کر نہیں دیں۔ کوئی اور ذریعہ جناب کی آمدنی کا نہیں جیب خرچ سگریٹ نوشی کی نذر ہو جاتا ہے جناب کے کمرے سے میں نے خود سگریٹ کے ٹکڑے برآمد ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔

حکیم صاحب "خیر آج عید کے دن یہ قصہ جانے دیجیے"

نانا میاں "جی؟ —— عید کے دن بچوں کی اصلاح کی کوئی شرعی ممانعت میری نظر سے نہیں گذری۔ ہاں تو میاں اسلم یہ قیمتی اشیاء کیونکر حاصل ہو سکیں"

اسلم "میں نے اپنے جیب خرچ"

نانا میاں "پھر وہی جیب خرچ۔ یعنی جھوٹ کے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جیب خرچ گویا آپ کو ضرورت سے زیادہ ملتا ہے ہے۔ ذرا ان دونوں صاحبزادوں کو بلایئے یعنی میاں سراج اور میاں اکرام کو ——"

سراج "(چپکے سے) لیجیے آئی مصیبت"

اکرام "(چپکے سے) یہاں سے ہٹ آؤ پہلے"

(دروازے کے پاس سے دونوں ہٹ کر آجاتے ہیں)

زہرہ "اکرام بھائی یہ جوتا اتار کر پرانا پہن لیجیے"

اکرام ۔" سراج تم بھی موزے اتار ڈالو اور جلدی سے قمیص بدل لو۔
سراج ۔" یہ چوری دار پاجامہ کیسے اتار دوں اسے تو دیکھ کر آگ لگ جائیگی انہیں "

زہرہ ۔" جو کچھ ہو سکے جلدی کیجیے وہ تشریف لا رہے ہیں۔ اسلم صاحب سراج بھائی آپ اس کمرے میں چلے جائیے ۔

(اسلم داخل ہوتا ہے)

اسلم ۔" تشریف لے چلیے مجھ کو تو عیدی مل گئی آپ لوگوں کو کچھ اور دینے کے لیے بلایا ہے "

اکرام ۔" نانا میاں نے بلایا ہے ۔ ہاں ہاں تو چلو نا "

اسلم ۔" اور سراج بھائی کہاں ہیں ۔ ان کی بھی پیشی ہے "

زہرہ ۔" میں بھی چلوں "

اسلم ۔" آپ نہیں ۔ پردہ ہے باہر مگر انشاءاللہ آپ کی باری بھی آئے گی ۔ آخر یہ سراج بھائی کہاں ہیں "

سراج ۔" (آتے ہوئے) کیا ہے اسلم میاں ؟ مجھ کو پوچھ رہے تھے تم ۔

اسلم ۔" جی ہاں ذرا تشریف لے چلیے نانا میاں بلا رہے ہیں "

سراج ۔" مجھ کو بلا رہے ہیں ؟"

اسلم ۔" آپ کو اور اکرام صاحب کو ۔ غالباً عیدی کچھ اور دیں گے "

اکرام ۔" تو چلو نا ۔ وہ انتظار کر رہے ہوں گے "

(تینوں جاتے ہیں)

نانا میاں ۔" تشریف لائیے ——— بیٹھ جائیے ۔ کیوں جناب اکرام صاحب اب یہ عید بقرعید کی ملاقات بھی ترک ؟ صبح سے آپ حضرات کا

منتظر تھا۔"

اکرام "نانا میاں ہم لوگ اس لیئے حاضر نہیں ہوئے تھے کہ اس عید کے سلام کو عیدی کا تقاضہ نہ سمجھا جائے۔"

نانا میاں "ایں؟ غالباً تم نے کوئی معقول بات کہی ہے۔ دیکھئے میاں اسلم۔ ایک آپ ہیں اور ایک یہ لوگ۔ بھئی سراج تم نے عجیب مکرود صورت کا جوتا عید کے دن بھی پہن رکھا ہے۔"

سراج "عید تو دل کی خوشی کا نام ہے۔"

حکیم صاحب "ماشاء اللہ زندہ باش۔"

نانا میاں "دیکھ رہے ہیں آپ حکیم صاحب ان لڑکوں اور میاں اسلم میں جو فرق ہے ———— جی؟ اور لطیفہ یہ ہے کہ یہ دونوں پڑھ رہے ہیں۔ گویا بی اے کے آخری سال میں اور اسلم صاحب ابھی تک ایف اے میں فیل ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ ہونا چاہیئے ان موزوں اور ان قیمتی جوتوں اور سگریٹوں کی وجہ سے۔"

حکیم صاحب "بچے ہیں وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

نانا میاں "یہ کیا بات فرمائی آپ نے حکیم صاحب۔ گویا وہ بچے ہیں اور یہ دونوں بچے نہیں ہیں۔ یہ لوگ تقریباً ہمعمر ہیں۔ میری بڑی لڑکی کے صاحبزادے ہیں میاں اکرام منجھلی کے ہیں سراج اور ایک بچی زہرہ، وہ چھوٹی کے ہیں میاں اسلم۔ میرا ارادہ تھا کہ زہرہ کی نسبت اسلم سے کردوں گا مگر یہ گویا حق تلفی ہو گی اکرام میاں کی جبکہ وہ ہر اعتبار سے ان میاں اسلم سے زیادہ اہل ہیں۔"

اسلم "میں ابھی حاضر ہوا۔"

نانا میاں ۔ "غالباً ناگواری کے عالم میں جناب تشریف لے جارہے ہیں ۔ خیر تو میاں اکرام اور برخوردار سراج میں تم دونوں کی سادگی سے بہت خوش ہوا۔ تم کو اپنی آئندہ زندگی میں انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہو گی اس لئے کہ اس وقت تم سادہ زندگی بسر کر رہے ہو"

حکیم صاحب "یہ تو بالکل درست ہے اس وقت اگر آپ کے زیر سایہ ان بچوں نے اپنی عادتیں خراب کر لیں اور پھر خدانخواستہ اپنی ذاتی زندگی میں یہ عیش و آرام میسر نہ آسکا تو تکلیف کا ہونا ضروری ہے"

نانا میاں "بالکل بالکل گویا آپ کو میری رائے سے اتفاق ہے ، لیجیے پان نوش فرمائیے ارے بھئی اکرام کچھ شیر خورمہ وغیرہ تو لاؤ حکیم صاحب کے لئے"

حکیم صاحب "قبلہ کوئی تکلیف نہیں شیر خورمے سے پیٹ اور طبیعت دونوں بھر چکے ہیں"

نانا میاں ۔ "تاہم میری خوشی ہے ۔ لاؤ بھئی کچھ ضرور لاؤ"

(اکرام جاتا ہے)

زہرہ ۔ "سنیئے ۔ اکرام بھائی"

اکرام ۔ "یہ کیا داہیات ہے ۔ بھائی کیا چیز ہوتا ہے ۔ بھائی ہوں گے آپ کے اسلم میرے متعلق تو نانا میاں کی نیت میں کچھ فرق پیدا ہو رہا ہے نہایت خوشگوار فرق"

زہرہ "اونہہ آپ کو اپنی پڑی ہے ۔ اسلم بہت ہی غصہ میں پھنپھناتا ہوا کچھ لے کر ابھی باہر گیا ہے نانا میاں کے پاس"

اکرام ۔ "کیا مطلب ؟"

زہرہ: "چل کر دیکھیے نا اس دروازے سے کہ یہ کم بخت کیا گل کھلاتا ہے۔ مجھ پر بڑی قہر آلود نظریں ڈالتا ہوا گیا ہے۔"

اکرام: "چلو جلدی چلو۔ اگر وہ غصہ میں ہے تو ہر حماقت کا اس سے امکان ہے ہمارے اور تمہارے خطوط تو نہیں لے گیا۔"

(جاتے ہیں)

زہرہ: "نہیں وہ تو گٹھڑی باندھ کر بھاگا ہے باہر (جھکتے سے) وہ دیکھیے گٹھڑی رکھی ہے۔"

نانا میاں: "یہ کیا لائے ہیں آپ۔ اسباب جہالت اپنا۔"

اسلم: "اکرام میاں اور سراج میاں کی سادگی کا اندازہ اب کیجیے۔"

نانا میاں: "یعنی"

اسلم: "یہ دیکھیے اکرام میاں کا جوتا جس کو بدل کر وہ آپ کے پاس آئے تھے۔ یہ ان کے ریشمی موزے۔ یہ سراج میاں کا چوڑی دار پاجامہ جالی کھلا ہوا۔ یہ قیمتی موزے۔ یہ دیکھیے یہ اکرام میاں کی ریشمی قمیص اور یہ سراج میاں کا وارنش کا پمپ۔"

نانا میاں: "جی؟"

حکیم صاحب: "میں پھر عرض کروں گا کہ بچے ہیں ان کے پہننے اور اوڑھنے کے یہی دن ہیں۔"

نانا میاں: "آپ کی رائے نہایت ناقابلِ اعتبار ہے۔ ابھی آپ نے میری رائے کی تائید کی تھی اور اب آپ یہ فرما رہے ہیں۔"

حکیم صاحب: "قبلہ و کعبہ۔ رائے تو آپ ہی کی درست ہے مگر ——"

نانا میاں: "اگر میری رائے درست ہے تو اس کے بعد مگر کا کوئی امکان نہیں۔

میں تو نتیجہ فوراً اخذ کرتا ہوں اب میری رائے یہ ہے کہ ۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

حکیم صاحب :۔ "بجا ارشاد ہوا"

نانا میاں :۔ "بجا کیسے ارشاد ہوا صاحب یہ میرا ارشاد نہیں ہے یہ مرزا غالب کا ارشاد ہے اور کواکب سے مطلب میرے یہی چاند ستارے ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سب یکساں حماقت مآب رئیس ہیں مگر ایک نمایاں فرق پھر بھی ہے کہ وہ لوگ کم سے کم عقلمند ضرور ہیں اور یہ حضرت بیوقوف"

حکیم صاحب :۔ "ممکن ہے ایسا ہی ہو"

نانا میاں :۔ "ممکن کیا مطلب۔ ارے صاحب یقیناً ایسا ہی ہے وہ لوگ میرے پاس ان چیزوں کو چھپا کر آئے آپ اپنی حماقت نمایاں کرتے ہوئے تشریف لائے۔ وہ لوگ عیدی مانگنے نہیں آئے آپ یہ تقاضہ کرنے بھی آموجود ہوئے بہر صورت زہرہ کے سلسلہ میں فیصلہ اب بھی وہی ہے۔ رہ گئی عیدی وہ آپ سب کی غائب"

(دروازے کے پاس سے دبے پاؤں بھاگنے کی آواز)

اکرام :۔ "جو کچھ بھی ہو عیدی نہیں تو مبارک ہو گئی"

زہرہ :۔ "اب اس چغل خور اسلم کا مکمل بائیکاٹ اس نے تو حد ہی کر دی تھی مگر واہ رے نانا میاں"

اکرام :۔ "نانا میاں زندہ باد"

زہرہ :۔ "نانا میاں پائندہ باد"

لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

(دروازے پر مسلسل دستک کے ساتھ آواز دینے کی آواز۔)

اختر۔ "ریاض صاحب۔ ارے بھئی ریاض صاحب۔ ریاض صاحب تشریف رکھتے ہیں ؟"

رمضانی۔ (ملازم دروازہ کھولتے ہوئے) کون صاحب ہیں ؟"

اختر۔ "ریاض کہاں ہیں ؟"

رمضانی "حضور وہ تو بنارس گئے ہوئے ہیں"

اختر۔ "لاحول ولاقوۃ۔ خیر تم کمرہ کھولو اور سامان اتروا ؤ تانگہ سے میرا۔ اب میرا منھ کیا دیکھ رہے ہو۔ چھ عدد ہیں۔ سوٹ کیس۔ اٹیچی۔ ٹوکری، ناشتہ دان۔ ہولڈال اور صراحی اسٹینڈ۔ لو یہ کرایہ تانگہ والے کو دے دینا"

رمضانی "بہت اچھا"

(جاتا ہے)

اختر "(گویا اپنے سے) بنارس گئے ہیں خدا جانے کب واپس آئیں۔ خیر (بلند آواز سے) پہلے سوٹ کیس نکالو۔ ہاں ہاں اسی کو سوٹ کیس کہتے ہیں۔ رکھو اس کو یہاں اب باقی چیزیں لاؤ۔"

رمضانی "سب اتارے لیتا ہوں سرکار۔ آپ یہاں تشریف رکھیئے جب تک۔"

اختر "اس مشورے کا شکریہ۔ دیکھو دیکھو۔ ٹوکری ٹیڑھی نہ کرو۔ افوہ کس قدر عقل سے خالی ہوتے ہو تم لوگ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ صراحی ہے کوئی خطرناک جانور نہیں ہے کہ آپ اس کو گھور رہے ہیں۔ رکھو اسے اور کھولو فوراً کمرہ۔"

رمضانی "ابھی کھولتا ہوں کمرہ حضور بیگم صاحبہ سے کنجی لے آؤں۔"

اختر "میرا سلام کہدینا کہ کانپور والے اختر میاں آئے ہیں سلام کہتے ہیں۔"

رمضانی "بہت اچھا سرکار۔"

(جاتا ہے)

اختر "کیا ہے تانگے والے اب کیوں کھڑے ہو کھیسیں نکالے۔"

تانگہ والا "حضور کرایہ بس اتنا ہی ملے گا؟"

اختر "اور نہیں تو کیا ایک آدھ چک آپ کے نام کاٹ دوں یا ایک آدھ مکان لکھدوں۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

تانگہ والا "آٹھ آنے تو اور مل جائے سرکار۔"

اختر "بھاگ جاؤ یہاں سے جو کچھ تم کو ملنا چاہیئے تھا مل چکا۔ اب ہم ایک پیسہ کبھی نہ دیں گے۔"

تانگہ والا "سرکار ——"

(ڈانٹ کر) سرکار کا بچہ گٹ آوٹ ہے"

رمضانی "(کمرہ کا دروازہ کھول کر) تشریف لائیں حضور"

اختر "(کمرے میں داخل ہوتے ہوتے) یہ کیا۔ یہ کمرہ ہے یعنی یہ ایک شریف آدمی کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ہر طرف گرد و غبار۔ مکڑے کے جالے۔ آخر یہ تماشہ کیا ہے۔ ریاض کیا اسی کمرے میں بیٹھتے اٹھتے ہیں"

رمضانی "جی ہاں۔ بلکہ دوپہر کو سوتے بھی ہیں"

اختر "مگر میں ریاض نہیں ہوں۔ کان کھول کر سن لو۔ کمرے کی فوراً صفائی کرو اور غسل خانہ کہاں ہے"

رمضانی "یہ رہا سرکار"

اختر "ٹھیک ہے میں جب تک غسل سے فارغ ہوتا ہوں تم کمرہ صاف کرو اور بھابی سے یعنی میرا مطلب سمجھے بیگم صاحبہ سے کہدو کہ غسل کے بعد میں چاء پیونگا۔ انڈے ابالے جائیں۔ دودھ ذرا صاف ہو اگر دودھ کی بالائی میری پیالی میں آگئی تو تمہارے منھ پر کھینچ مارونگا پیالی مکھن روز تازہ آتا ہے یا ٹن کا استعمال ہوتا ہے اس گھر میں"

رمضانی "حضور مکھن تو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میاں تو ناشتہ میں جلیبیاں کھاتے ہیں"

اختر "جلیبیاں؟ ——— کیا کہتے ہو تم۔ جلیبیاں بھی کوئی کھانے کی چیز ہیں۔ خیر تم ٹوسٹ اور تازہ مکھن۔ دو چوتھائی ابلے ہوئے انڈے اور چاء کے لئے بھابی سے کہدو"

رمضانی "ابھی جاکر کہتا ہوں سرکار"

(جانے لگتا ہے)

اختر:- "اے ۔ یو ۔۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

رمضانی:- "رمضانی ہے میرا نام سرکار۔"

اختر:- "تم نے یہ دیکھا ہے رمضانی ۔ یہ میرا ہنٹر۔"

رمضانی:- "جی ہاں سرکار میں نے ہی تانگے سے اتارا تھا۔"

اختر:- "اگر تم نے میرے ساتھ ذرا بھی بدتمیزی کی تو اس ہنٹر کو آنکھیں کھول کر دیکھ لو۔ سامان برآمدے میں پڑا ہوا ہے کیوں۔؟ میں پوچھتا ہوں آخر کیوں؟"

رمضانی:- "کمرے کی صفائی کے بعد ٹھیک سے لگا دوں گا حضور آپ خفا ناحق ہوتے ہیں۔"

اختر:- "شٹ اپ ۔ خفا کیوں ہوتے ہیں؟ یہی تمیز سکھائی ہے ریاض نے تم کو برابر سے زبان لڑاؤ مگر میں ریاض نہیں ہوں۔ کیا سمجھے۔ جاؤ چائے کے لیے کہہ کر فوراً واپس آؤ۔"

(رمضانی کے جانے کی چاپ، وہ دروازہ
کھول کر گھر میں داخل ہوتا ہے۔)

بیگم صاحبہ:- "کچھ پتہ چلا رمضانی کون صاحب ہیں یہ؟"

رمضانی:- "بیگم صاحب اُن سے پوچھے کون بات بات پر تو وہ ہنٹر دکھاتے ہیں وہ مجھ کو حکم دیا ہے کمرے کی صفائی کا اور آپ سے کہلوایا ہے کہ غسل کے بعد میں چائے پیونگا۔ چوتھائی ابلے ہوئے انڈے ہوں تازہ مکھن اور توسٹ ہوں اور چائے ہو۔"

بیگم صاحبہ:- "انڈے تو خیر رکھے ہوئے ہیں مگر ڈبل روٹی اور مکھن کے لیے اب تم ہی دوڑ جاؤ جلدی سے۔"

رمضانی: "بیگم صاحب مجھے تو وہ مارتے ادھیڑ دیں گے ہنٹر دکھا ہی چکے ہیں
اگر کمرے کی صفائی نہ کی"
بیگم صاحبہ: "نہیں تم دوڑ جاؤ کمرے کی صفائی کے لیئے میں گلشن کو بھیجے دیتی
ہوں (آواز دیتی ہیں) گلشن۔ ارے او گلشن"
گلشن: (آتے ہوئے) جی بیوی"
بیگم: "تم جاکر باہر کا کمرہ صاف کردو رمضانی جارہا ہے مکھن اور ڈبل روٹی
لینے۔ مہمان آگئے ہیں اور کمرہ اجاڑ پڑا ہوا ہے"
گلشن: "جاتی ہوں سرکار"

(گلشن جاتی ہے اور دروازہ کھول کر
باہر کے کمرے میں جاتی ہے۔)

اختر: "کون؟ کیا مطلب ہے؟ کیا چاہتی ہو تم؟"
گلشن: "بیگم صاحب نے بھیجا ہے مجھے کمرہ صاف کرنے کے لیے"
اختر: "ہوں ــــ اب تم کو بھی ہوش آیا کمرہ صاف کرنے کا روز کیوں نہیں
صاف کرتیں"
گلشن: "اے تو حضور یہاں آتا ہی کون ہے اللہ سلامتی رکھے جب سے میاں
گئے ہیں بنارس آج تو کمرہ کھلا ہے"
اختر: "منع کر گئے تھے۔ ریاض کہ ان کی عدم موجودگی کو صاف کرکے
کوڑا کرکٹ ہٹایا ہی نہ جائے"
گلشن: "(ہنس کر) کیا باتیں ہیں سرکار کی بھی"
اختر: "کیا مطلب؟ یہ تم کیا سمجھ کر ہنسیں۔ یہی تمیز سکھائی ہے تم کو ریاض نے
کہ تم مالکوں سے اس طرح ہنسو۔ مگر میں ریاض نہیں ہوں۔ میرے پاس

اس بدتمیزی کا جواب یہ ہنٹر ہے "

گلشن :- "اے واہ میاں۔ کوئی بات بھی ہو یا بیکار ہی بیکار کو ہنٹر دکھایا
ہے۔ ہیں نے تو آج تک اپنے مالکوں کی بھی آدھی بات نہیں سُنی "

اختر :- "نہیں سنی ہو گی مگر ہیں پوری بات سناؤنگا۔ نوکروں کی بدتمیزی
سے کم ہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ خیر تم کمرہ کی صفائی کرو پھر دیکھا جا
معلوم ہوتا ہے اس گھر کی بہت کچھ اصلاح کرنا پڑے گی یہ سب ریاض
بیہودگی کا نتیجہ ہے۔ نوکر کی بدتمیزی سے مالک کی بدتمیزی کا پتہ چ
ہے۔ یہ سب جالے دیکھ لو اور یہ گرد و غبار اور وہ کہاں گیا کیا نام اُس

گلشن :- "رمضانی کو پوچھ رہے ہیں آپ "

اختر :- "کیا مہمل نام ہے۔ رمضانی۔ نانسنس۔ اور تمہارا کیا نام ہے "

گلشن :- "میرا نام گلشن ہے "

اختر :- "خیر مطلب یہ کہ ہیں غسل خانہ سے نکل کر ہر چیز صاف دیکھنا چاہتا ہوں

(اختر غسل خانہ کا دروازہ کھول کر جاتا ہے
گلشن جھاڑ پونچھ میں مصروف ہے کہ رمضانی
داخل ہوتا ہے)

رمضانی :- "تم نے جالے تو چھوڑائے ہی نہیں "

گلشن :- "باز آئی بابا۔ لو اور سنو وہ مجھے بھی ہنٹر دکھا رہے تھے عجب مردوا

رمضانی :- "ارے چپ سن لے گا تو اور بھی آفت آئے گی "

گلشن :- "آفت آئے یا قیامت۔ ایسی نوکری کو سات سلام ہیں۔ میرے ذ
مجھ سے بول کر تو دیکھے ساری اکڑ دھری رہ جائے گی "

رمضانی :- "اچھا اچھا تم جاؤ اندر حمام کا سامان درست کرو ہیں سب صاف

کیے دیتا ہوں"

گلشن ۔" ہاں بابا مجھ کو تو بخشو۔ وہ تو ہوا سے لڑتا ہے جیسے"

رمضانی ۔" خیر ہوگا بھی تم جاؤ اندر"

(گلشن اندر جاتی ہے اور بڑ بڑاتی ہوئی داخل ہوتی ہے)

گلشن ۔" (بڑبڑا رہی ہے) اپنے مالکوں نے کبھی آنکھ تک نہیں دکھائی وہ آئے ہیں ہنٹر دکھانے۔ ان کے یہاں عورتوں کو ہنٹر ہی تو دکھائے جاتے ہوں گے نوج بی بی۔ ایسی ہی نوکریاں کرتے تو"

بیگم صاحبہ ۔" آخر ہوا کیا۔ بات کیا ہے جو بڑ بڑا رہی ہے موئی"

گلشن ۔" اے بیوی میں تو گئی کمرہ صاف کرنے وہ لگے بگڑنے کہ کمرہ روز کیوں نہیں صاف ہوتا ہے اور تو اور کہنے لگے کہ تم بڑی بدتمیز ہو اور میرے پاس اس بدتمیزی کا جواب ہے یہ ہنٹر۔ تو بیوی یہ ہنٹر جو دیکھ سکے وہ کرے نوکری میں تو باز آئی"

بیگم صاحبہ ۔" جانے بھی دو۔ مہمان کی بات پر برا نہیں مانتے۔ مگر عجیب آدمی ہیں یہ کوئی نہیں نے ان کا نام کبھی ان سے سنا نہ ان کے آنے کی کوئی خبر اور وہ ہیں کہ آتے ہی پہلے رمضانی کو ہنٹر دکھایا پھر تم سے ایسی باتیں کیں۔ خیر ہوگا بھی۔ لو یہ ٹوسٹ سینکو میں جب تک انڈے ابال دوں"

گلشن ۔" نوج موئی کوئی دیکھے معلوم ہوتا ہے جیسے کہیں کے لاٹ ہی تو ہیں"

(باہر سے ڈانٹنے کی آواز آتی ہے)

اختر ۔" ایڈیٹ ـــــ بدتمیز ـــــ کام چور ـــــ"

بیگم ۔" اے ہے۔ گلشن ذرا دیکھنا یہ کیا آفت آئی"

(گلشن دوڑ کر دروازے تک جاتی

ہے کہ اِدھر سے رمضانی بھاگا ہوا آتا ہے)

گلشن ۔ "کیا ہوا رمضانی"

رمضانی ۔ "میرا سر ہوا ہے اور کیا ہوتا۔ اب میں اس کو کیا کروں کہ غسل میں صابن نہیں تھا"

بیگم ۔ " (قریب آکر) کیا صابن؟ کیسا صابن؟"

رمضانی ۔ "غسل خانہ میں صابن نہیں تھا ——— بس اسی پر برس پڑے"

بیگم ۔ "نہیں تھا تو مانگ لیتے نا"

رمضانی ۔ "یہی تو میں نے بھی کہا تھا کہ حضور نے کہدیا ہوتا بس وہ ابل پڑ ہزاروں انگریزی اُردو کی گالیاں دیں کہ یہ کام کہنے کے ہوا کرتے ہیں آپ چار دیکھئے نہیں تو اور مصیبت آئے گی"

بیگم ۔ "لو اٹھاؤ یہ ٹرے۔ اچھی مصیبت نازل ہو گئی ہے یہ تو۔ خیر تم کچھ نہ وہ آجائیں ذرا تو میں ان سے کہوں گی سب"

رمضانی ۔ "میں کیا کہوں گا سرکار بغیر کہے تو سب کچھ سن رہا ہوں۔ نہ جانے کس کا منھ دیکھ کر اٹھا تھا کہ بیٹھے بٹھائے یہ آفت آئی۔ بس لیجاؤں یہ ٹر"

بیگم ۔ "لیجاؤ۔ ارے ہاں مکھن لگانے کی چھری تو رکھ لو نہیں تو اور آفت آج"

رمضانی ۔ "ذرا دودھ میں دیکھ لیجئے بالائی تو نہیں ہے۔ نہیں تو وہ پیالی میرے پر مارنے کا پورا وعدہ کر چکے ہیں"

بیگم ۔ "میں کہتی ہوں پگلا تو نہیں ہے کمبخت"

رمضانی ۔ "معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ یہاں کتے کے کاٹے کا علاج کرانے آئے"

گلشن ۔ "نہ جانے وہ کون نوکر ہوتے ہوں گے جو ان کے یہاں ٹکتے ہونگے"

بیگم ۔" رمضانی خدا کے واسطے چا لے جا چکو نہیں تو وہ پھر چیخنا چلانا شروع کر دیں گے ۔"

رمضانی ۔" انڈے، توسٹ، مکھن ۔ مکھن لگانے کی چھری ۔ کیتلی ٹی کوزی ۔ دودھ دان ۔ شکر دان ۔ چھلنا چمچے ۔ اور کچھ رہا تو نہیں ۔"

بیگم ۔" اب کیا رہ جاتا ۔ بس لے جاؤ جلدی ۔"

رمضانی ۔" جا رہا ہوں سرکار دیکھیے اب کیا ہوتا ہے ۔"

(جاتا ہے اور دروازہ کھول کر کمرہ میں داخل ہوتا ہے)

اختر ۔" کیا ہے ؟ چائے ۔ اِدھر رکھو اس میز پر ۔ تم لوگوں کو یہ تک نہیں معلوم کہ چا کس میز پر رکھنا چاہیے ۔ اب رکھ چکو اس پر ۔ چھوڑو تم ۔ یہ لو میرا جوتا اس پر پالش لگاؤ ۔ جانتے ہو پالش لگانا ۔"

رمضانی ۔" جی ہاں کیوں نہیں ۔ مگر پالش ؟"

اختر ۔" گویا اس گھر میں پالش تک نہیں ہے ۔ جس گھر میں جوتے کی پالش تک نہ نکلے اس کو خدا جانے کون مسخرہ گھر کہہ سکتا ہے ۔ سارا انتظام ہی خراب ہے ۔ دو دن میں ایسا ٹھیک کر دینگا گھر کو کہ دیکھتے رہ جائیں سب ۔ خیر ٹوکری میں پالش کی شیشی اور برش ہوگا نکال لو ۔ اس طرح نہیں تمیز کے ساتھ ۔"

رمضانی ۔" یہ برش سرکار ۔"

اختر ۔" ہوپ لس ۔ تم کو جوتے کے برش کی شناخت بھی نہیں ہے ۔ ہٹ جاؤ ۔ چھوڑ دو ٹوکری کو ۔ میں کہتا ہوں چھوڑ دو ۔"

رمضانی ۔" پالش کی شیشی تو یہ رہی سرکار ۔"

اختر ۔" پھینک دو اس کو اور تم اِدھر آؤ ۔ ادھر میرے قریب آؤ ۔ مجھے تم سے پوچھنا ہے کہ تم کس جنگل سے پکڑ کر لائے گئے ہو ۔ دیکھو اس چائے کے

بڑے کو اور بتاؤ کہ اس میں کیا چیز نہیں ہے "

"تم نے اپنی زندگی میں کسی کو ابلے ہوئے انڈے کھاتے دیکھا ہے؟"

رمضانی "سرکار ہی نے تو فرمایا تھا کہ ایک چوتھائی ابال دیئے جائیں انڈے"

اختر "بکومت۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔ تم نے اپنی زندگی میں کسی کو ابلے ہوئے انڈے کھاتے دیکھا ہے؟"

رمضانی "جی ہاں سرکار اکثر دیکھا ہے "

اختر "یقیناً تم نے کسی ایسے گدھے کو ابلے ہوئے انڈے کھاتے دیکھا ہوگا جو ان انڈوں کو شکر کے ساتھ کھاتا ہوگا "

رمضانی "جی نہیں سرکار "

اختر "پھر کس چیز کے ساتھ کھاتے دیکھا ہے "

رمضانی "کالی مرچ نمک کے ساتھ "

اختر "کہاں ہے کالی مرچ نمک۔ بولو میں پوچھتا ہوں کہاں ہے "

رمضانی "بھول گیا حضور ابھی لایا "

اختر "ٹھہرو ـــــ میں تم کو پھر سمجھائے دیتا ہوں کہ میں ریاض نہیں ہوں۔ آنکھیں کھول کر اور عقل ٹھکانے لاکر کام کرو نہیں تو یاد رکھو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔ اصل میں تم لوگ ہوتے ہو لات کے آدمی تم بات سے مان ہی نہیں سکتے "

رمضانی "اب خیال رکھوں گا سرکار "

اختر "بات کم کیا کرو۔ کام زیادہ۔ جاؤ جاکر نمک مرچ فوراً لاؤ "

(رمضانی دوڑتا ہوا جاتا ہے مالی داخل ہوتا ہے)

مالی۔ "سلام سرکار"

اختر۔ "اوں؟ ہوں ——— کون ہو تم؟"

مالی۔ "مالی ہوں سرکار میں"

اختر۔ "تم مالی ہو۔ صورت سے گھس کھدے معلوم ہوتے ہو۔ یعنی یہ باغیچہ تمہاری ہی بدتمیزیوں کا رونا رو رہا ہے"

مالی۔ "جی ہاں سرکار"

اختر۔ "اوپر سے کہتا ہے جی ہاں۔ گدھا۔ کس الو نے تجھ کو مالی مقرر کیا ہے"

مالی۔ "آپ ہی کے ایسے سرکار لوگوں کا دیا کھاتا ہوں سرکار کوئی پھٹا پرانا کرتا ہو تو دے ڈالیے"

اختر۔ "کیا بکتا ہے؟ یہ گلاب کی کیاریاں اسی طرح رکھی جاتی ہیں۔ اور یہ گیند کے درخت لگانے کو تجھ سے کس احمق نے کہا تھا"

مالی۔ "اچھے لگتے ہیں حضور یہ تو"

اختر۔ "معلوم ہوا تم کو کچھ نہیں آتا۔ تم کو کل سے آنے کی ضرورت نہیں ہم کوئی سمجھ دار مالی رکھیں گے"

مالی۔ "مر جاؤں گا سرکار میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں"

اختر۔ "ہم کچھ نہیں جانتے جو کہدیا وہ کہدیا۔ بس بھاگ جاؤ یہاں سے۔ گٹ آؤٹ۔ جاتا ہے یا اٹھاؤں ہنٹر"

مالی۔ "جا رہا ہوں سرکار"

(رمضانی داخل ہوتا ہے)

اختر۔ "یہ کیا ہے طشتری میں نمک مرچ۔ گویا اس گھر میں نمک دان بھی نہیں ہے"

رمضانی "یہ تھا تو سرکار گلشن کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا"

اختر "ٹوٹ گیا؟ اچھا مذاق ہے ٹوٹ گیا۔ کیوں ٹوٹ گیا۔ کہاں ہے وہ گلشن"

رمضانی "بیگم صاحبہ اس کو بہت ڈانٹ چکی ہیں"

اختر "(چیخ کر) میں یہ نہیں پوچھ رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں گلشن کہاں ہے"

(گلشن داخل ہوتے ہوئے)

گلشن "میں حاضر ہوں۔ کہیئے"

اختر "تم نے نمک دان توڑا ہے ابھی"

گلشن "میں نے نہیں توڑا میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا"

اختر "اچھا۔ قانونی قابلیت کا سکہ جما رہی ہیں آپ۔ یہ قانون تم ریاض ہی سے چھانٹ سکتی ہو"

گلشن "ان کو اللہ سلامت رکھے۔ وہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو پوچھتے بھی نہیں"

اختر "مگر میں پوچھوں گا۔ اور تم کو جواب دینا پڑے گا ورنہ"

گلشن "ورنہ کیا؟ ورنہ آپ کریں گے کیا۔ میں ان میں سے نہیں ہوں کہ مجھ پر آپ یہ دھونس جما لیں، اس وقت آپ نے ہنٹر کا نام لیا مہمان سمجھ کر چپ ہو رہی"

اختر "میں مہمان؟ ریاض کے یہاں میری حیثیت مہمان کی ہرگز نہیں ہے۔ مجھ کو اس گھر پر پورا حق ہے۔ اور میں اسی حق کی بنا پر پوچھ رہا ہوں کہ نمکدان کیوں توڑا تو نے"

گلشن "یہ تو تکار تو رہنے دیجئے میاں۔ نوکری کی ہے عزت نہیں بیچی"

رمضانی "جاؤ تم اندر جاؤ بڑی بات ہے مالکوں سے زبان نہیں لڑاتے!"

گلشن "ہاں ہاں تو تم جوتے کھاؤ۔ میرے ہاتھ پیر سلامت ہیں تو ہزار نوکریاں ہیں میرے لیئے"

اختر "دھمکی. گویا دھمکی دیتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ تم اگر جانا چاہتی ہو تو شوق سے جا سکتی ہو۔ تمہارا حساب ابھی کر دیا جائے گا نمکدان کی قیمت کاٹ کر"

گلشن "اجی مجھ کو حساب کتاب کچھ نہیں چاہیئے۔ اپنی عزت پر سب کچھ قربان کر سکتی ہوں"

اختر "تو جاؤ ابھی نکل جاؤ۔ نہیں تو تمہاری عزت آبرو کی قلعی ابھی کھول دوں گا۔ گستاخ۔ بدزبان، بدتمیز"

گلشن "بس ذرا زبان سنبھالے رکھیئے گا نہیں تو میں بھی بے زبان نہیں ہوں"

رمضانی "اچھا بس اب تم چلو اندر۔ بات بھی مان لیا کرتے ہیں کسی کی"

گلشن "اجی بس اب جا چکی بندی اندر۔ بھر پایا اس نوکری سے پھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان"

اختر "رمضانی اس عورت کو پھاٹک کے باہر نکال دو۔ میں عورت پر ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا"

گلشن "ذرا دیکھیے تو سہی ہاتھ اٹھا کر کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے"

اختر "(چیخ کر) نکل جاؤ یہاں سے"

گلشن "جا تو رہی ہوں۔ مجھے تو خود ہی نہیں رہنا ہے یہاں"

(جاتی ہے)

اختر۔" شش شش مجھ کو نہیں معلوم تھا کہ ریاض کے یہاں یہ عالم ہے ورنہ میں ہرگز یہاں نہ آتا۔ دیکھو رمضانی تم بھابی سے جا کر کہہ دینا کہ ان کے لئے دوسری دوسری ماما شام تک ضرور آجائے گی اور اس وقت وہ کھانے میں کوئی خاص تکلف نہ کریں بس ایک ترکاری۔ ایک دال۔ اور چونکہ میں پرند کھاتا ہوں لہذا کوئی چوزہ یا بٹیر کا انتظام کر دیں یہ برتن اٹھا کر لے جاؤ۔ ٹھہرو۔ پالش تو کی نہیں یوں ہی دے دو جوتا"

رمضانی۔" دو منٹ میں کئے دیتا ہوں پالش۔

اختر۔" نہیں مجھے دیر ہو رہی ہے ذرا باہر جانا ہے اب کھانے کے وقت لوٹ کر آؤں گا۔ کمرہ بند کر لو اندر سے"

(کمرہ بند ہونے کی آواز۔ رمضانی گھر میں داخل ہوتا ہے)

بیگم صاحبہ۔" میں کہتی ہوں رمضانی کہ تمہارا دماغ بھی خراب ہے۔ آخر تم نے گلشن کو جانے کیوں دیا۔ ایک تو میں منع کرتی رہی وہ ان سے لڑنے کو نکل گئی اور پھر باہر ہی سے باہر چل بھی دیں۔ آخر وہ ہوتے کون تھے اس کو نکالنے والے"

رمضانی۔" مگر وہ تو اپنا حق سمجھتے تھے۔ اور ایک گلشن ہی پر کیا ہے میں بھی جا رہا ہوں سرکار۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ اس کو تو عورت سمجھ کر چھوڑ بھی دیا ہے مگر میری تو ہنٹروں سے نہ جانے کب کھال کھینچکر رکھ دیں گے"

(باہر سے ریاض کی آواز آتی ہے)

ریاض۔" رمضانی"

رمضانی: "میاں آ گئے شاید۔"

(ریاض داخل ہوتے ہیں)

بیگم: "سچ تو ہے۔ یہ آج کیسے آ گئے۔"

ریاض: "خلاف امید کام کل ہی ختم ہو گیا اور میں چل دیا۔ رمضانی سامان اتروا لاؤ اور ذرا گلشن سے کہو ہاتھ منہ دھونے کے لئے پانی لائے۔"

بیگم: "گلشن اب کہاں۔ اس کو تو نکال دیا۔"

ریاض: "ایں! نکال دیا۔ خیریت تو ہے۔ آخر بات کیا تھی؟"

بیگم: "خیریت تو پوچھنا ان سے جن کے حکم سے وہ نکلی ہے۔ مگر اتنا میں کہے دیتی ہوں کہ اگر ایسے ہی ایسے تمہارے دوست آتے رہے تو نوکروں کا کیا ذکر ہے میں خود بھی اس گھر میں نہ رہ سکوں گی۔"

ریاض: "قسم لے لو جو ایک لفظ بھی سمجھ میں آیا ہو۔ کیسے دوست۔ کون دوست کس کے دوست۔"

بیگم: "تمہارے دوست اور کس کے ہوتے۔ آج ہی تشریف لائے ہیں۔ اور گھر بھر کو ہلا دیا ہے۔ رمضانی کو منہ دھوں سے اڑا دینے کی دھمکی کئی مرتبہ وہ دے چکے ہیں۔ مالی کو وہ نکال چکے اتنی ہی دیر میں گلشن کو ایک قیامت برپا کر کے انہوں نے نکالا اور رمضانی بھی جا ہی رہا تھا کہ تم آ گئے۔"

ریاض: "مگر وہ کون دوست ہیں میرے کچھ معلوم تو ہو۔"

بیگم: "صبح سے ناک میں دم کر رہا ہے انڈے چوتھائی ابالے جائیں مکھن اور توسٹ ہوں۔ چائے کی پیالی میں بالائی آ گئی تو پیالی رمضانی کے سر پر کھینچ ماریں گے گلشن سے نکدانی ٹوٹ گئی تو ایک

قیامت برپا کر کے اسے نکالا اب فرما گئے ہیں کہ کھانے میں کوئی چوزہ یا بٹیر وغیرہ ہو"

ریاض "اے صاحب استغفراللہ۔ آخر وہ ہیں کون بزرگ"

رمضانی "اختر صاحب ان کا نام ہے کانپور سے آئے ہیں"

ریاض "اختر؟ کانپور؟ —— کانپور؟ —— اختر؟ یہ کون ہو سکتے ہیں"

بیگم "لو اور سنو اب وہ ایسے ہو گئے کہ یہ بیچارے ان کو پہچان بھی نہیں رہے ہیں"

ریاض "اختر نہیں احسن کہو۔ وہ آیا ہوگا مردود مگر کیا اسکا دماغ خراب ہو گیا ہے"

رمضانی "احسن نہیں میاں اختر صاحب ہیں یہ تو۔ لمبا قد۔ داڑھی مونچھ صاف چیچک کے داغ۔ کچھ ٹیڑھا سا منھ"

ریاض "داڑھی مونچھ صاف؟ چیچک کے داغ؟ احسن تو گورا چٹا آدمی ہے"

(اختر کی آواز آتی ہے)

اختر "رمضانی ——"

بیگم "لو وہ آ گئے"

ریاض "ٹھہرو میں خود جاتا ہوں۔

(جاتا ہے دروازہ کھولکر باہر آتے ہوئے) السلام علیکم"

اختر "جی؟ —— کیا مطلب۔ یعنی جناب کی تعریف؟"

ریاض "اس خاکسار کو ریاض احمد کہتے ہیں"

اختر "میرا مطلب یہ ہے کہ ریاض احمد نہیں بلکہ ریاض احسن کہاں ہیں"

ریاض "ریاض احسن؟ وہ حیوانات کے ڈاکٹر ریاض احسن تو نہیں"

اختر "یس یس۔ بالکل وہی"

ریاض :۔ "مگر یہ تو ان کا مکان نہیں ہے۔ نہ وہ مالی انکا تھا جسکو آپ نے نکالا ہے نہ وہ ملازمہ ان کی تھی جس کو آپ نے برطرف کیا ہے اور نہ یہ ملازم ان کا ہے جس کو آپ ہنٹر دکھا چکے ہیں کئی بار"

اختر :۔ "(ہنس کر) خوب۔ خوب۔ یہ اچھی غلط فہمی رہی مگر آپ ریاض احمد ہوں یا ریاض الحسن دونوں صورتوں میں آپ کے گھر کو ایک شریف آدمی کے ٹھہرنے کے قابل ہونا چاہیئے تھا جو کہ یہ نہیں ہے"

ریاض :۔ "میں ممنون ہوں کہ اس کے باوجود آپ نے قیام فرمایا"

اختر :۔ "اور آپ ریاض احمد ہوں یا ریاض الحسن دونوں صورتوں میں آپ کے ملازموں کو ایک مہذب آدمی کا ملازم ثابت ہونا چاہیئے تھا جو کہ یہ نہیں ہوتے"

ریاض :۔ "آپ کی اس بے تکلفی اور سخت گیری کے باوجود یہ ملازم ایسے ثابت نہ ہوئے"

اختر :۔ "ملازم اصل میں اپنے آقا کا پرتو ہوتے ہیں معاف کیجیئے گا مجھے خود آپ میں تہذیب کی کچھ کمی نظر آرہی ہے"

ریاض :۔ "یہ تو آپ نے غالب کا شعر پڑھ دیا کہ:

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ "یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں"

اختر :۔ "خوب کہا ہے مرزا غالب نے۔ بہر حال ملازم سے کہیئے تانگہ لائے رمضانی (اور بلند آواز سے) رمضانی"

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

(مرزا صاحب یہاں حقہ کا دور چل رہا ہے
کچھ لوگوں کے کھانسنے۔ کراہنے کی بوڑھی
آوازیں)

(کورس میں سب کے کھانسنے کی آواز کے بعد۔)

مرزا صاحب :۔ "بھئی شیخ صاحب سچ تو یہ ہے کہ۔ ع
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

شیخ صاحب :۔ "اسی دن کے لیے منع کرتے تھے مرزا تجھ کو کہ یہ رنگ رلیاں
ٹھیک نہیں ہیں۔"

میر صاحب :۔ "رنگ رلیاں (قہقہہ لگاتے ہیں)

مرزا صاحب :۔ "لیجیے جناب بھی سن رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کبھی پیر
منہ میں دانت نہیں رہے۔ چہرے پر جھریوں کا جال بچھ گیا مگر اللہ اللہ کیا
خضاب کا اہتمام ہے بھلا یہ کب لگایا ہوگا۔"

شیخ صاحب :۔ "اجی ان کے خضاب کی نہ پوچھیے۔ آج تک کسی نے ان کے سفید

بال نہیں دیکھے ہیں۔ سُنا ہے اب تو اللہ رکھے گھر بسانے کی فکر ہے۔"

میر صاحب: "اپنا ہی سا ہر ایک کو سمجھتا ہے یہ شیخ۔ کہو کیا ہوا اس نسبت کا حشر؟"

مرزا صاحب: "اماں آئیں؟ یہ نسبت کیسی؟ تمہیں میری قسم نسبت۔ وہی مثل کر بوڑھی گھوڑی لال لگام۔" (سب ہنستے ہیں)

شیخ صاحب: "بوڑھے ہو گے تم۔ خبردار جو مجھ کو بوڑھا کہا۔ صاحب مرد کی جوانی کا تعلق دل سے ہے۔"

میر صاحب: "بلکہ معدے سے بھی۔ بھئی مرزا صاحب کمال کرتا ہے یہ شخص اس قدر تندرست معدہ پایا ہے کہ دن بھر منہ چلا ہی کرتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ مطلب ایسا سب ہوتا کیا ہے صورت وہی منقّہ کی منقّہ۔"

شیخ صاحب: "ہونہہ ہونہہ کے تم لوگوں نے آدھی خوراک تو کر دی اور کیا چاہتے ہو۔ وہ یاد ہے شبن خاں کے یہاں کی دعوت۔"

مرزا صاحب: "اللہ اکبر اس دعوت میں تو کمال کر دکھایا تھا تم نے۔ چھ تو چھوٹی دار پلیٹیں پلاؤ کی کھا گئے۔ اوپر سے پی لیے چار دہی کے پیالے۔"

شیخ صاحب: "پھر زردے کی تین پلیٹیں الگ۔ شبن خاں مرحوم تو سہم گئے تھے کہ اب کھایا میں نے ان کو بھی۔"

(سب ہنستے ہیں معہ کھانسیوں کے)

میر صاحب: مگر ہیئے ہیئے کیا آدمی تھا شبن خاں بھی۔ بڑی چہل پہل کا اور رونق کا دوست اٹھ گیا۔ سنا ہے ان کی بیوہ نے کسی اور سے شادی کر لی۔"

شیخ صاحب: "سن لیجیے مرزا صاحب۔ اس کسی اور سے میں جو شکایت ہے اس کا اندازہ کیجیے ذرا۔ بدنام میں ہوں اور ان بڑے میاں کے کرتوت

کوئی نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ ان سے شکایت کیوں نہ کی کسی اور سے کیوں کی؟"

میر صاحب "استغفر اللہ۔ کیا واہیات آدمی ہے۔ وہ میری بھابی تھی مگر بھئی مرزا صاحب کیا زمانہ آ لگا ہے کوئی پوچھے یہ اُن مسماۃ کے عقد ثانی کے دن تھے جوان جوان لڑکوں والی؟"

شیخ صاحب "وہی مثل کہ

غضب کر گئی وہ ستم کر گئی
بڑھاپے میں بڑھیا خصم کر گئی

مرزا صاحب "صاحب ہمارے زمانے میں تو جوان جہان سہاگنیں اگر بیوہ ہو گئیں تو پھر مانگ نہ بھری کبھی عمریں یوں ہی بغیر جوڑا لیں کے گذار دیں۔ مرنے والوں کے نام پر بیٹھی رہیں۔"

میر صاحب "تو بھائی جان اب وہ زمانہ کہاں سے آئے گا۔ ہم تو عجیب رنگ زمانے کے دیکھ رہے ہیں۔ کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا جن باتوں پر آج کل کے لوگ ہنستے ہیں وہ باتیں ہمارے نزدیک رونے کی ہوئی ہیں۔"

مرزا صاحب "صاحب سچ تو یہ ہے کہ ؏

غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں۔

میر صاحب "مگر بھئی مرزا اس شیخ کا واقعی کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے تو یہ بھی بڑھبس کا شکار معلوم ہوتا ہے۔ یہ باقاعدہ خضاب۔ یہ چنی ہوئی ٹوپی۔ یہ چکنائے ہوئے پٹے"

مرزا صاحب "اور عطر کے بھپکے تو دہائی۔ منہ میں دانت نہیں مگر لبوں پر

پانوں کا لاکھا جما ہوا ہے ۔"

شیخ صاحب ۔" جلتے ہو تم لوگ ۔ دیکھ نہیں سکتے میری رعنائیاں اور عمر کا اندا
بھی کچھ غلط ہی کر بیٹھے ہو ۔ بھلا کیا ہو گی میری عمر ۔"

مرزا صاحب ۔" یہی کوئی تیس کے لگ بھگ ۔"

(سب ہنستے ہیں)

میر صاحب ۔" میں عرض کروں آپ اور بھائی اشفاق رسول مرحوم آپ کی جان سے دور ساتھ کے تھے ۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں جب مجھ پر لقوے کا اثر ہوا ہے اس وقت آپ نے دانت بنوائے تھے سرور حسین سے ۔

مرزا صاحب ۔" بھئی بڑی اچھی یاد داشت ہے بھلا تیس اوپر تین سال ہو گئے اور معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے یہ وہ زمانہ ہے جب میں پنشن لیکر گھر آچکا تھا ۔

شیخ صاحب ۔" جی نہیں بلکہ یہ وہ زمانہ ہے جب کریم اللہ خاں ایک ایک سے آپ کا دکھڑا روتا پھرتا تھا کہ اس بڈھے کو دیکھیے کہ میرے یہاں شادی کا پیام بھجوایا ہے جسم سے کافور کی بو آتی ہے اور سوجھی ہے عقدِ ثانی کی ۔"

مرزا صاحب ۔" اجی وہ تو بڑا بیہودہ آدمی تھا ۔ اس قدر اس کم بخت نے مجھے بدنام کیا کہ میں کیا عرض کروں ۔"

میر صاحب ۔" مگر یہ تم کو سوجھی کیا تھی ۔"

مرزا صاحب ۔" بھئی وہی سوجھی تھی جو عام طور پر لوگوں کو سوجھا کرتی ہے میاں اسلم کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا ۔ پنشن لے کر ملازمانہ مصروفیتیں بھی ختم ہو گئیں ۔ اکیلا آدمی کرتا تو کیا کرتا یہی سوچا کہ لاؤ شادی ہی کر ڈالیں ۔"

شیخ صاحب ـ "اچھا اب کیا رائے ہے اگر کوئی کریم اللہ خاں اب راضی ہو جائیں غلامی میں قبول کرنے کو تو ؟

مرزا صاحب ـ "اب نہیں ۔ اب تو قبر میں رچائیں گے شادی ۔ اب تو بس یہی فکر ہے کہ کسی طرح اسلم میاں کا گھر بس جائے ۔"

میر صاحب ـ "اور یہ کر کیا رہے ہیں اسلم میاں آج کل ۔"

مرزا صاحب ـ "کرتے کیا امتحان دے کر گھر آ بیٹھے ہیں اور انتظار کر رہے ہیں نتیجہ کا ۔ میں تو ان کے معاملات میں دخل ہی نہیں دیتا ۔ نہ میری بات وہ سمجھتے ہیں نہ ان کی میں سمجھتا ہوں ۔"

شیخ صاحب ـ "صاحب عجیب زمانہ آ گیا ہے قسم لے لیجئے جو اس نئی روشنی کے نوجوانوں کی ایک بات بھی پلے پڑتی ہو ۔ جب وہ آپس میں چہلیں کرتے ہیں تو میں ششدر رہ جاتا ہوں کہ خداوندا اس میں ہنسی کی کونسی بات تھی ۔"

میر صاحب ـ "اجی توبہ کیجئے نہ بات کرنے کا سلیقہ نہ مذاق کی تمیز ۔ بس ہنسنے کو جی چاہا تو منھ کھولا اور ہنس دیئے ۔ اور لاکھ خوش مذاقی کی باتیں کیجئے کبھی جو یہ سر پھرے ہنس دیں کچھ عجیب اوندھی کھوپڑی پائی ہے ان لوگوں نے ۔"

(دور سے قہقہے کی آواز آتی ہے)

مرزا صاحب ـ "سن لیجئے یہ قہقہے ۔ اپنے کسی دوست کے ساتھ پھیپھڑوں کی یہ ورزش کر رہے ہیں صاحبزادے ۔ اور اگر اس ہنسی کی بات پوچھئے تو تعجب ہوگا وہ بات سن کر ۔"

شیخ صاحب ـ "اور ایک ہمارا زمانہ تھا ۔ اللہ اکبر کیسی کیسی صحبتیں یاد رہی ہیں

اور کیسے کیسے زندہ دل لوگ تھے اپنے یار وہ یاد ہے عبداللہ خا
اماں وہی جس کو دلا کہا کرتے تھے "

میر صاحب "یہ بھی عجیب مسخرا تھا۔ صاحب ایک دن اس نے حر
یہ کی کہ امجد حسین کے یہاں شادی تھی اور ان حضرت کو
نہیں گیا تھا آپ نے بڑے اہتمام سے بناؤ سنگھار کیے
برات آنے کے وقت برات کے راستے میں جا کھڑے ہو
اب برات والے یہ سمجھے کہ آپ استقبال کرنے آئے ہیں
اور میرا امجد حسین سمجھ رہے ہیں کہ براتیوں میں سے ہیں "

(سب قہقہے لگاتے ہیں)

مرزا صاحب "وہ اکثر ایسی ہی حرکتیں کیا کرتا تھا۔ دفتر سے جب چھ
لینا ہوئی عرضی دے دی کہ والد کا انتقال ہو گیا ہے آخر حساب
جو لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ ساٹھ ستر مرتبہ والد مر چکے ہیں

(سب قہقہہ لگاتے ہیں)

شیخ صاحب "اور صاحب کھاتا بے تکان تھا معلوم نہیں۔ بڑ
معدہ تھا یا کیا "

میر صاحب "مگر بھئی بے چارہ مرا بھی بدہضمی کا شکار ہو کر اچھو میاں
کے سالے کی شادی میں تلے اوپر دعوتیں جو کھائیں تو ہیضہ ہو گیا
میں عیادت کے لیے گیا تو کہنے لگا کہ چوتھی کی دعوت میں شرکت
نہ کر سکا بس اس کا غم ہے۔ دوسرے دن سنا کہ چل بسے۔

مرزا صاحب "ہاں صاحب۔ رہے نام اللہ کا "

شیخ صاحب "صاحب ایک دن میں نے دلا کو دیکھا کہ آپ میرن صاحب

کے یہاں کی دعوت میں کھا چکنے کے بعد بیٹھے رو رہے ہیں۔ اب میرن صاحب بھی پریشان ہیں بھی حیران کہ ماجرا کیا ہے۔ جب بہت پوچھا تو بولے کھانا بڑا پر تکلف تھا بہت مزہ آیا۔ پوچھا کہ پھر بھی رونے کا کیا مقام۔ کہنے لگے پیٹ بھر گیا ہے اور کھانا اتنا باقی ہے جو نہیں کھا سکتا"

(سب قہقہہ لگاتے ہیں)

(ان ہی قہقہوں سے دوسرا سین

فیڈ ان ہوتا ہے)

اسلم "یہ جو آپ قہقہے سن رہے ہیں یقین جانیے کہ ان کا کوئی تعلق خوش مذاقی سے نہیں ہے۔ آپ اگر یہی ہنسی کی باتیں سن لیں تو بور ہو کر رہ جائیں"

زاہد "مگر بھائی ہوتی خوب ہیں ان بزرگوں کی باتیں۔ ان میں کچھ معجونوں کی ترکیبیں ہوں گی۔ کچھ خضاب کے نسخے ہوں گے۔ کسی دندان ساز کا ذکر ہو گا کوئی اپنے دمے کی تکلیف بیان کرے گا کوئی گنٹھیا کا رونا روے گا"

اسلم "صاحب اگر یہی باتیں ہوں تو چنداں مضائقہ نہیں۔ مصیبت تو یہ ہے رہ رہ کر موضوعِ گفتگو ہم آج کل کے لوگوں کی طرف آجاتا ہے اور پھر شکایات کے دفتر کھلتے ہیں کہ عجیب نسل ہے یہ بھی کہ نہ ہنسنے کا کوئی تک نہ رونے کا کوئی سلیقہ"

زاہد "یار میں اکثر ان محترموں کی مجلس میں پھنس گیا ہوں اور ہمیشہ حیران ہوا ہوں کہ جن باتوں پر یہ لوگ ہنستے ہنستے لوٹ جاتے ہیں۔

ان باتوں پر مجھے ہنسی کے بجائے حیرت کیوں ہوتی ہے۔"

اسلم :"حیرت کی بات ہی ہے کہ بھلا یہ ہنسی کا کون سا موقع ہے کہ فلاں شخص دمے کا جو علاج کر رہا ہے اس کی معجون میں مشک اور عنبر بھی ہے۔"

زاہد :"اچھا اس پر بھی ہنسی آجاتی ہے۔"

اسلم :"جی ہاں ایسی ویسی ہنسی۔ ہنسی کا دورہ پڑ جاتا ہے جو ہنسی سے شروع ہو کر کھانسی پر اور کھانسی سے دمے کے دورے پر ختم ہوتا ہے۔ میں تو اکثر ڈرا کرتا ہوں کہ شیطان کے کان بہرے کسی دن کوئی بزرگ اس بے محل ہنسی کا شکار نہ ہو جائیں۔"

زاہد :"مگر بھائی مجھے سمجھاؤ تو اس میں ہنسی کی آخر بات کیا ہے کہ معجون میں مشک اور عنبر ہے۔"

اسلم :"اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ رسّیاں جل تو گئیں مگر بل ابھی نہیں گیا۔ ان چیزوں کو یہ لوگ اپنے لیے جس قدر جائز سمجھتے ہیں اسی قدر دوسرے کے لیے مضحکہ خیز جانتے ہیں۔"

(دوسری طرف سے
قہقہے کی بلند آواز)

زاہد :"لیجیے وہاں پھر کوئی لطیفہ ہو گیا۔"

اسلم :"یقین نہیں آتا آؤ اس دروازے کے قریب کھڑے ہو کر سن لو وہ لطائف جن پر یہ قہقہے لگائے جا رہے ہیں۔"

زاہد :"واقعی سننا تو چاہیئے۔"

(دوسری طرف گفتگو۔ کھانسی۔ اور
ہنسی کی آواز قریب آتی ہے)

مرزا صاحب:۔ ارے میاں اب کون تھوکے گا ہم پر جس کے لیے
ہم شیخ صاحب کی طرح دانتوں کا چوکا لگائیں؟

میر صاحب:۔ بھئی مرزا تمہیں میری قسم کبھی یاد آتی ہے جمکو
اب بھی؟

میرزا صاحب:۔ مرزا صاحب لاحول ولاقوۃ وہی مثل کہ وہ خواب تھا
جو کچھ کہ جو دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ یہ باتیں ہیں جب کی کہ
آتش جوان تھا مگر وہ بے چاری نظر آئی تھی ابھی پچھلے مہینے
جوان بیٹا دو بچے چھوڑ کر مر گیا ہے غریب کا۔ اب تو
بالکل فالودہ ہو کر رہ گئی ہے۔

شیخ صاحب:۔ ملاحظہ کیجیے اس بڈھے کی باتیں میر صاحب۔ کہا
بھی تو فالودہ ہی کہا۔ لذت ناکہ جانے نہ پائے؟

میر صاحب:۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ہم ہیں سے کس نے
اپنے زمانے میں کیا نہیں کیا۔ مگر صاحب خدا نہ کرے آج
کل کے نوجوانوں کی طرح نہیں کہ نہ وضعداری کا خیال
ہے نہ ننگ و ناموس کا۔

مرزا صاحب:۔ خیر اس کی تو اب امید ہے ہی فضول آج کل
کے نوجوانوں سے (آواز دے کر) ارے شبراتی کمبخت
حقہ جل گیا اور محفل سرد ہوئی جاتی ہے۔

شیخ صاحب:۔ آہا۔ کیا بات کہی ہے حقہ جل گیا اور محفل سرد

ہوئی جاتی ہے۔ اب یہ باتیں آج کل کے نوجوان کہاں
سے لائیں گے۔ کیا آتش بیانی ہے"
میر صاحب "حضت آج کل نوجوانوں کی باتیں سنکر تو کلیجہ
سُلفہ ہو کر رہ جاتا ہے"
مرزا صاحب "بھئی واہ واہ۔ شیخ کی آتش بیانی بھی خوب رہی
اور میر صاحب کا سُلفہ بھی خوب ہے کیا بھڑکتی ہوئی
گفتگو ہے"
میر صاحب "صاحب یہ گفتگو گئی۔ اس کے پڑھنے والے
گئے اس پر سر دھننے والے گئے اب تو ہم اس زمانہ کے
لوگوں کی گٹ پٹ گٹ پٹ سننے کو زندہ ہیں عجیب رنگ
دیکھ رہے ہیں اور دم بخود ہیں"
شیخ صاحب "دم بخود ہوں گے آپ حضور والا میرا دعویٰ تو
یہ ہے کہ بٹھا دو اب بھی کسی نوجوان کو میرے مقابلہ
میں دسترخوان پر اور پھر دیکھیے میرے ہاتھ، ان مصنوعی دانتوں
سے دانت کھٹے نہ کر دوں تو شیخ نہ کہیے گا چمار کہیے گا"
مرزا صاحب "مگر یار تیرے دانت ہیں واقعی خوب، دھوکہ کھا جاتے
ہوں گے لوگ کہ اصلی ہیں اور ماشاءاللہ خوراک اب بھی جوں
کی توں ہے"
شیخ صاحب "وجہ یہ ہے کہ کبھی اپنے پاس غم نہ آنے دیا ہیں نے۔
اپنے بعد کی فکر کبھی نہیں کی۔ ارے صاحب جب ہم ہی نہ
ہوئے تو ہماری بلا سے پسماندگان کا جو بھی حال ہو مگر اس

دمے نے مار ڈالا ہے۔ نہ جانے یہ روگ کہاں سے لگ گیا۔"

میر صاحب :۔ "بھائی سب ہی کوئی نہ کوئی روگ لگائے بیٹھے ہیں یہاں آنکھیں ٹھیکرے بن کر رہ گئی ہیں معدہ باقی ہی نہیں رہا ہے کل رات کو چھٹانک بھر مونگ کی کھچڑی کھائی تھی سینہ پر جوں کی توں دھری ہے۔"

مرزا صاحب :۔ "اور ہم کو کنٹھیا نے مارا۔ آج مسمات اس پیر میں ہیں تو کل اس پیر میں۔ سچ پوچھو تو بے حیائی کی زندگی جی رہے ہیں۔"

شیخ صاحب :۔ "کلیجہ پر سانپ لوٹ جاتا ہے جب یہ خیال آتا ہے کہ ہائے کیا کچھ ہم نے بھی نہیں کیا۔"

میر صاحب :۔ "وہ محفلیں نہ رہیں۔ وہ لوگ نہ رہے۔ اب تو ہماری حیثیت تکیہ داروں کی سی رہ گئی ہے۔"

شیخ صاحب :۔ "کیا خوب کہہ گئے ہیں مرزا۔ واللہ حسبِ حال ہے کہ ؎

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں

میر صاحب :۔ "جی ہاں۔ ؎

لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

شیخ صاحب :۔ "اللہ بس باقی ہوس۔"

(تینوں لمبی سانس کھینچ کر کھانستے ہیں۔)

معیاری ادب

قیصرد کسریٰ	نسیم حجازی	۱۲/۰
نادان	رئیس احمد جعفری	۱۰/۰
فاخرہ	〃	۶/۰
فرخندہ	〃	۱۰/۰
فدائی	〃	۶/۷۵
مفورہ	بلقیس ظفر	۶/۰
رجانہ	〃	۲/۵۰
رباب	تنویر زہرہ بخاری	۲/۷۵
اصمہ	〃	۷/۵۰
نازیہ	〃	۷/۰
نارینا	〃	۵/۰
عصوم تبسم	حسین فاطمہ	۵/۰
شبو	رضیہ بٹ	۵/۰
شی	〃	۷/۵۰
نجھی	ضیا عظیم آبادی	۲/۷۵
کیلہ	〃	۲/۷۵
بلہ پا	رضیہ فصیح احمد	۷/۵۰
نتظارِ موسم گل	〃	۵/۰
نم	عظمت رضا	۵/۰
عباک	〃	۵/۰
جگر کے پار ہوتا	〃	۲/۷۵

چشمہ	اے۔ آر خاتون	۱۲/۰
فاکہہ	〃	۵/۵۰
صدف	سلمیٰ کنول	۱۰/۰
صبا	〃	۸/۰
زری	زبیدہ سلطانہ	۶/۰
جوہر	〃	۶/۰
فیروزہ	〃	۶/۰
صفو	〃	۶/۰
دستک نہ دو	الطاف فاطمہ	۱۲/۰
نشاط	نیلوفر تیموری	۶/۵۰
زخم کھلنے کے بعد	ریاض جاوید	۷/۵۰
شگوفے	شفیق الرحمٰن	۴/۰
نیکی کر تھانے جا	ابراہیم جلیس	۳/۰
اوپر شیروانی اندر پریشانی	〃	۲/۵۰
جوکر	شوکت تھانوی	۳/۰

ادب

لکھنؤ کا دبستان شاعری	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۱۵/۰
تحقیق کی روشنی میں	ڈاکٹر عندلیب شادانی	۱۰/۰
ولی سے اقبال تک	سید عبداللہ	۵/۵۰
پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	۲/۰
ہماری داستانیں	سید وقار عظیم	۱۰/۰

بک سروس ـ ۵/۱۰ ـ ملتا